تذکرہ
سیدنا غوث اعظم
رحمۃ اللہ علیہ
329
ناشر
ڈپو ۰ لاہور ۲
658

تذکرہ

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد نور بخش توکلی ایم اے

نوری بک ڈپو
بازار داتا صاحب، لاہور

بفیضانِ کرم حضرت والا مرتبت شیخ طریقت الحاج سید محمد معصوم شاہ صاحب جیلانی قادری نوری رح
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ نوریہ چک سادہ شریف گجرات

سال طباعت — سنہ ۱۹۷۳ء

بار سوم — ۱۱۰۰

نام کتاب — سیرت سیدنا غوث اعظمؓ

نام مصنف — علامہ نور بخش توکلی ایم اے

مطبع

ناشر — نوری بک ڈپو لاہور

قیمت

یکے از مطبوعات

نوری بک ڈپو۔ لاہور

محلِ فروخت
بازار داتا صاحبؒ لاہور

دفتر
معصومؒ منزل۔ قادری سٹریٹ
نوری مسجد۔ اسلام گنج۔ لاہور

658

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

سیرت

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

جس میں

حضور غوث پاک قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے

صحیح اور مستند حالات

آپ کی پیدائش و نسب شریف ۔ تربیت و تعلیم ۔ سلوک و مجاہدہ

وعظ و تدریس و افتا ۔ محاسنِ اخلاق اور کرامات و ارشادات وغیرہ

مستند کتابوں سے بزبان اردو بیان ہوئے ہیں

ملنے کا پتہ

نوری بک ڈپو بالمقابل دربار داتا صاحب لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶	بیماریوں کا دور کرنا	
۱۷	بے موسم سیب کا غیب سے آنا	
۱۸-۱۹	عصا کا نور ہو جانا۔ بارش کا تھم جانا اور آب دجلہ کا ہٹ جانا	
۲۰	بارش کا تھم جانا۔ اناج میں برکت	
۲۱	دعا کا قبول ہونا	
۲۲	مغیبات پر مطلع ہونا	
۲۳	قضائے حاجات	
۲۴	دور دراز فاصلے سے مدد کرنا	
۲۵	وفات شریف	
۲۶	تصنیفات وارشادات	
۲۷	ا۔ بنائے تصوّف۔	
	ب۔ ترتیب اشتغال	
	ج۔ اسم اعظم	
	د۔ نبوت وولایت	
	ہ۔ قلب کے خطرات	
	و۔ عمل ونیت	
	ز۔ شعر غوث اعظم	

حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالاتِ زندگی

از علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

آپ موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جہاں خیلاں شریف کے ارادت مند تھے۔ بدیں وجہ مولانا کو بچپن سے بزرگانِ دین کی ارادت وعقیدت کی دولت ملی۔ اپنے سکول میں اپنی خداداد ذہانت، محنت اور شریف النفسی کی وجہ سے مقبول تھے۔ اساتذہ شفقت فرماتے، ہم سبق احترام کرتے۔ اور قصبہ کے معززین ناصیہ بخت سے آثارِ کمال کی جھلک پاتے تھے۔

مقامی مدارس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ اور وہاں سے ایم۔ اے عربی کی امتیازی ڈگری حاصل کی۔ آپ ۱۸۹۷ء میں ہندو محمڈن سکول انبالہ ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ انبالہ میں ان دنوں حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کی تعلیم کا مرکز تھے مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اس نسبت سے آپ توکلی کہلائے۔

مولانا توکلی جب حضرت توکل شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے

توکلی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے والد کس حلقۂ طریقت سے وابستہ ہیں آپ نے جب یہ بتایا کہ حضرت جہاں خیلاں شریف کے عقیدت مند ہیں۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا۔

"آجاؤ! پھر تو یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔"

اس طرح انوار و فیضان کے دروازے کھل گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ میونسپل بورڈ کالج امرتسر میں پروفیسر مقرر ہوئے ان دنوں اہل سنت کے مشہور فاضل بزرگ مولانا مفتی غلام رسول قاسمی کشمیری امرتسری (المتوفی ۱۹۰۳ء) جو فقہ، حدیث، تفسیر اور معقولات پڑھانے میں مشہور زمانہ ہو چکے تھے۔ آپ نے بھی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اور علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فاضل اجل بن کر آسمان علم پہ آفتاب و ماہتاب بن چکے۔

مولانا توکلی نے حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ کا فیض اور خلافت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت توکل شاہؒ کے وصال کے بعد مولانا مولوی مشتاق احمد محدث انبٹھیوی ثم لدھیانوی سے فیوضِ سلسلہ صابریہ سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت مولانا مشتاق احمدؒ جلیل القدر عالم دین اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے، شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کی وجہ سے سلسلہ صابریہ کے علمی و روحانی کمالات مخلوقِ خدا تک بڑی عمدگی سے پہنچے

کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور آئے۔ اور ایک عرصہ تک "انجمن نعمانیہ" کے

دارالعلوم میں اعزازی ناظمِ تعلیمات رہے، اور ماہواری رسالہ انجمن نعمانیہ کو ایک عرصہ تک ایڈٹ کرتے رہے۔ اسی دوران میں آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس ملازمت کے دوران آپ ہمیشہ دینی اور مجلسی زندگی میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ اہل سنت کے مشاہیر آپ سے ہر دینی اور علمی کام میں مشورہ لیتے۔ ہر دینی جلسہ میں آپ کی تقاریر ہوتیں تھیں۔ آپ نے اپنی دینی تبلیغ سے عوام الناس کے اذہان و فکر کو اسلامی رنگ بخشا۔

آپ نے دینی تدریس کے ذوق و اہمیت کے پیشِ نظر اپنے پیر و مرشد کے نام پر ریٹائرڈ ہونے کے بعد چک قاضیاں میں "مدرسہ اسلامیہ توکلیہ" کی بنیاد رکھی۔ جس سے بہت سے طلبا فیضیاب ہوئے۔

آپ کی دینی خدمات سے ایک نہایت اہم خدمت یہ ہے۔ کہ آپ نے گورنمنٹ کے گزٹ اور سرکاری کاغذات میں "بارہ وفات" کی غلط العوامی اصطلاح کو "عید میلاد النبی" کے نام سے تبدیل کرانے کی جدوجہد کی۔ اور اس میں یہاں تک کامیاب ہوئے۔ کہ گورنمنٹ سے اس مقدس دن کی تعطیل عام منظور کروائی۔ آج یہی تعطیل خدا کے فضل سے اسلامیان پاکستان کی ایک اہم تقریب میں تبدیل ہو گئی ہے علامہ توکلی کی مخلصانہ عقیدت نے جس دن کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کوشش کیں وہ دن آج جشن عید میلاد کے نام سے ملک کے مسلمانوں کی مقدس تقریب بن گیا ہے۔

مولانا توکلؔی کی تصانیف

مولانا تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بھی خوب واقف تھے۔ چنانچہ آپ کے قلم گوہر بار سے بہت سی تصانیف علمی دنیا میں شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ مندرجہ ذیل تصانیف میں سے بعض ہمیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

۱۔ سیرت رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم)
۲۔ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
۳۔ معجزات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
۴۔ اعجاز القرآن
۵۔ شرح قصیدہ بردہ (اردو)
۶۔ شرح قصیدہ بردہ (عربی)
۷۔ تذکرہ مشائخ نقشبند
(۸) حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۰۔ سیرت غوث اعظم رح
۱۱۔ تحفہ شیعہ (دو حصے) جو رد شیعہ میں لاجواب کتاب ہے۔
۱۲ رسالہ نور
(۱۳) مولود برزنجی کی اردو شرح
(۱۴) سیرت حضرت غوث الاعظم رح
(۱۵) عقائد اہل سنت
(۱۶) شرح ہدیہ یوسفیہ
(۱۷) اقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ
(۱۸) کتاب البرزخ
(۱۹) مقدمہ تفسیر القرآن (زیر طبع)
(۲۰) تفسیر سورہ فاتحہ و بقرہ
(۲۱) امام بخاری، شافعی
(۲۲) ترجمہ تحقیق المحرام فی منع القراۃ خلف الامام
(۲۳) ترجمہ اردو الرسالۃ الجلیلہ
(۲۴) افضل المقال فی رد علی الرافضی الضال

نوٹ:۔ یہ دونوں کتابیں آپ کے استاد مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری کی تصانیف ہیں۔ آپ نے صرف ترجمہ کیا

آپ کی تصانیف میں سے سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم تاج کمپنی لاہور نے بڑی خوبصورت چھاپی ہے اور مقبول خاص وعام ہو چکی ہے۔ آپ کے ایک عزیز چوہدری محمد سلیمان ایڈووکیٹ لائلپور نے اپنے ایک مضمون میں یہ روایت نقل کی ہے کہ مولانا الحاج عبدالحمید لدھیانوی نے خواب میں آپ کی وفات کے ایک ماہ بعد آپ کو باغ میں سنہری تخت پر بیٹھے دیکھا۔ تو دریافت کیا۔ کہ اس اعزاز کی کیا وجہ ہے؟ مولانا توکلی صاحب نے جواب دیا" میرے اللہ کو میری کتاب" سیرت رسول عربی " پسند آگئی اور مجھے یہ انعام ملا ہے۔

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کے لاتعداد علمی اور اعتقادی مضامین انجمن نعمانیہ کے رسالہ اور اخبار الفقیہ امرتسر میں شائع ہوئے۔ آپ کے مضامین اہل علم کی روحانی غذا تھے۔ آپ نے اپنی ساری تصانیف کی آمدنی انجمن نعمانیہ کے دینی مفادات کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ مولانا توکلی عالم دین ہونیکے علاوہ بڑے بلند پایہ صوفی اور ولی کامل بھی تھے۔ صاحب کمالات ظاہریہ باطنیہ ہونیکے باوجود نہایت سادہ مزاج انسان تھے۔ دیکھنے والے یہ معلوم نہ کر سکتے تھے کہ یہ سادہ لباس انسان اتنا بڑا عالم دین، شیخ طریقت اور پروفیسر ہے۔ علماء و مشائخ وقت آپ کا بے حد احترام کرتے۔ آپ خود بھی اہل علم سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ علامہ اصغر علی روحی مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں۔ حضرت پیر عبدالغفار شاہ حضرت پیر جماعت علیشاہ علی پوری، حضرت مفتی غلام مصطفےٰ قاسمی امرتسری۔ حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری رحمہم اللہ سے آپ کے گہرے مراسم تھے اور یہ ہمارے بزرگان اہل سنت آپ کی قابلیت اور فضیلت کے معترف تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ لائلپور میں قیام پذیر ہو گئے اور یہاں بھی سلسلۂ تصنیف کو جاری رکھا۔ زندگی کے آخری ایام میں قرآن پاک کی تفسیر کے تقریباً ۸۰۰ صفحات لکھ چکے تھے کہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو آپ اپنے مکان کی سیڑھی سے پھسل کر زخمی ہو گئے۔ اور اسی صدمے کے باعث واصل بحق ہو گئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو نور شاہ ولی رحمۃ اللہ کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

چوہدری محمد سلیمان بی اے، ایل ایل، بی لائلپور نے آپ کا خوبصورت مقبرہ تعمیر کرا کے زائرین کے لئے بڑی سہولت پیدا کر دی ہے۔

اقبال احمد فاروقی ایم اے لاہور

فہرست کتب عربی

دربیان مناقب حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام کتاب	نام مصنف وکیفیت
۱- انوار الناظر فی معرفۃ اخبار الشیخ عبد القادر	ابوبکر عبد اللہ بن نصر بن حمزہ التیمی البکری الصدیقی البغدادی مفتی عراق، جنہوں نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے خرقہ لیا اور علم حاصل کیا۔ صاحب بہجۃ الاسرار نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے (بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر ص۱۰۹) شیخ ابوبکر عبد اللہ کی طرح حضرت غوث اعظم رح کے شاگردوں میں سے قاضی ابو القاسم بن درباس نے حضور کی کرامتیں لکھی ہیں (بہجۃ الاسرار ص۱۰۸) حافظ ابو منصور عبد اللہ البغدادی اور ابو الفرج عبد المحسن حسین بن محمد البصری نے آپ کے مناقب لکھے ہیں (بہجۃ الاسرار ص۱۱۳)
۲- بہجۃ الاسرار معدن الابرار فی بعض المناقب الشیخ عبد القادر جیلانی رح	نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی (متوفی ۷۱۳ھ) شیخ شطنوفی نے یہ کتاب قریباً ۶۶۰ھ میں لکھی تھی (کشف الظنون تحت بہجۃ الاسرار) مصنف کو

نام کتاب	نام مصنف و کیفیت
	علمِ نحو کے علاوہ علم تفسیر اور قرأت میں بھی ید طولےٰ حاصل تھا۔ اور قاہرہ میں جامع ازہر میں قرأت کے اُستاد تھے (دیکھو حسن المحاضرہ اور بغیۃ الوعاۃ للسیوطی) شطنوف بفتح الشین وتشدید الطاد وفتح النون، مصر میں ایک شہر کا نام ہے، جو قاہرہ سے ایک دن کی راہ ہے (معجم البلدان لیاقوت الحموی)
(۳) مناقب الشیخ عبدالقادر جیلانی	قطب الدین موسیٰ بن محمد الموینینی الحنبلی (متوفی ۷۲۶ھ) مصنف نے اس میں لکھا ہے کہ جب میں نے کتاب مرأۃ الزمان فی تاریخ الاعیان تصنیف سبط ابن الجوزی متوفی ۶۵۴ھ کا اختصار کیا، تو اس میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حال بہت مختصر پایا۔ اس لئے میں نے یہ مستقل کتاب آپ کے مناقب میں لکھی، جس کے مضامین کئی کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ (کشف الظنون)
(۴) اسنی المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادرؒ	امام عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی (متوفی ۷۶۸ھ) مصنف کو صوفیائے کرام کے حالات سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی بڑے بزرگ تھے۔
(۵) خلاصۃ المفاخر فی اخبار الشیخ عبدالقادرؒ	امام عبداللہ بن اسعد یافعی (متوفی ۷۶۸ھ) یہ کتاب بظاہر اسنی المفاخر کا خلاصہ ہے۔

نام کتاب	نام مصنف و کیفیت
۶۔ درر الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادرؒ	سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن الملقن الشافعی (متوفی ۸۰۴ھ) فقہائے مصر میں سے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے شرح بخاری۔ شرح عمدہ۔ شرح منہاج۔ شرح تبنیہ۔ شرح حاوی۔ بیضاوی اور اشباہ و نظائر وغیرہ ہیں۔ حسن المحاضرہ جز اول ص ۲۶
۷۔ روضۃ الناظر فی ترجمہ الشیخ عبدالقادر	مجدالدین ابوالطاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم الشیرازی الفیروز آبادی (متوفی ۸۱۷ھ) مصنف مشہور و معروف علمائے لغت میں سے ہیں۔ لغت میں "قاموس" آپ ہی کی تصنیف ہے۔
۸۔ الروض الظاہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر	ابوالعباس احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) مواہب لدنیہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔
۔قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادرؒ	شیخ محمد بن یحیٰی التادفی الحنبلی (متوفی ۹۶۳ھ) مصنف نے اس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب میں نے کتاب معتبر فی انباء من غبر تصنیف قاضی القضاۃ مجیر الدین عبدالرحمٰن القدسی الحنبلی کا مطالعہ کیا، تو اس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال بہت مختصر پایا۔ اس لئے میں نے دیگر کتب کی مدد سے آپ کے حالات میں یہ جامع کتاب لکھی۔

نام کتاب	نام مصنف وکیفیت
۱۰۔ نزہتہ الخاطر الفاتر فی ترجمہ الشیخ عبدالقادرؒ	ملّا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المکی (سنہ ۱۰۱۴ھ) مصنف حنفیہ کرام میں سے صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی سب سے بڑی شرح مسمّٰی بہ مرقات آپ ہی کے قلم سے ہے۔
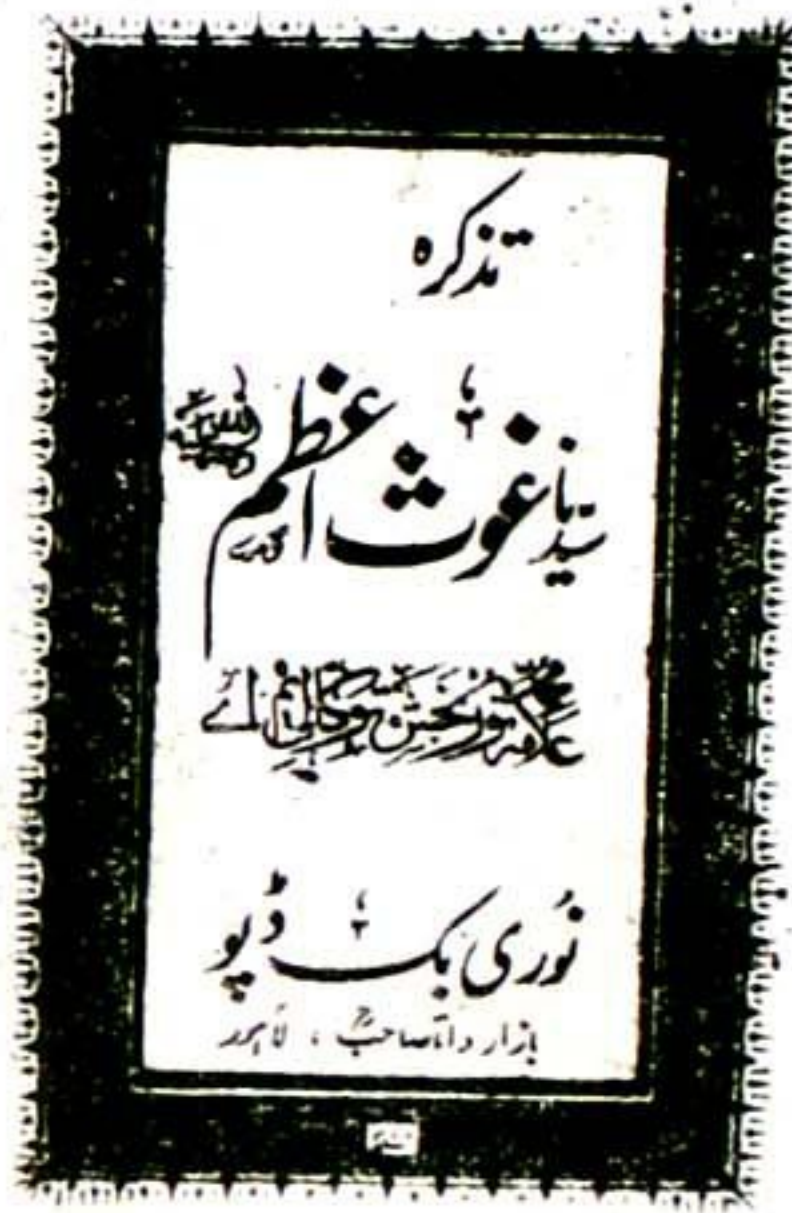
رباعی

در منقبت سیدنا و مولانا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث صمدانی رح

نتیجہ فکر

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی

نامد ز سلف عدیل عبدالقادر رح
ناید بخلف بدیل عبدالقادر رح
مثلش گر از اہل قرب جوئی گوئی
عبدالقادر رح مثیل عبدالقادر رح

تعارف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَعَ عَلٰی اَوۡلِیَآئِہٖ خِلَعَ اَنۡعَامِہٖ وَ اخۡتَصَّہُمۡ بِمَحَبَّتِہٖ وَ فَتَحَ لَہُمۡ اَبۡوَابَ حَضۡرَتِہٖ وَ نَوَّرَ بَصَائِرَہُمۡ بِفَضۡلِہٖ وَ طَہَّرَ سَرَائِرَہُمۡ وَ اَطۡلَعَہُمۡ عَلٰی اَسۡرَارِہٖ ۔ اَحۡمَدُہٗ وَ اَشۡکُرُہٗ وَ اَشۡہَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ اَشۡہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ ۔ اَللّٰہُمَّ فَصَلِّ وَ سَلِّمۡ بَارِکۡ عَلَیۡہِ وَ عَلٰی سَائِرِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ عَلٰی اٰلِہِمۡ وَ صَحۡبِہِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ کُلَّمَا ذَکَرَکَ الذّٰکِرُوۡنَ وَ غَفَلَ عَنۡ ذِکۡرِکَ الۡغَافِلُوۡنَ ۔

اما بعد ۔ فقیر توکلی برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ہر مسلمان پر ہر طرح واجب ہے ۔ منجملہ وجوہ توقیر ایک یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی تعظیم و حرمت اور ان کے حقوق و آداب کی رعایت کی جائے ۔ اس لئے میرے دل میں آیا کہ اولیائے اہل بیت میں سے حضرت قطب الاقطاب غوث الثقلین سیدنا شیخ میراں محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حالات اردو زبان میں لکھے جائیں تاکہ ناظرین آپ کے مقامات سے واقف ہو کر آپ کی تعظیم کما حقہ، بجا لائیں اور آپ کے اقوال و افعال سے سبق حاصل کریں ۔ آپ کے حالات میں بہت سی کتابیں مختلف زبانوں

میں تصنیف ہوئی ہیں۔ عربی میں جو کتب خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں ان کی فہرست کتاب ہذا کے آخیر میں درج کر دی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد اس بات کا بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ بڑے بڑے فقہاء و محدثین کس طرح ہر زمانے میں حضور جناب غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مناقب میں مستقل کتابیں لکھتے رہے ہیں۔ اگرچہ آج آپ کے حالات میں کوئی ہمعصر تصنیف دستیاب نہیں ہوتی۔ مگر بہجۃ الاسرار سے جس کے مصنف نے کتاب انوار الناظر کا مطالعہ کیا ہے۔ ایک بڑی حد تک اس نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے۔ علامہ شطنونی نے واقعات کو اسانید مرفوعہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ کے بعد جو مصنفین گزرے ہیں ان کی تصانیف کا بڑا ماخذ یہی بہجۃ الاسرار ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تو بجائے علیحدہ تصنیف کے اسی بہجۃ الاسرار کا انتخاب کر دیا ہے۔ جس کا نام زبدۃ الآثار ہے۔ نظر بریں حالات اس فقیر بے بضاعت نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ بہجۃ الاسرار کا خلاصہ اردو میں پیش کیا جائے اور واقعات بقید حوالہ صفحہ، مگر محذوفہ الاسانید بیان کیے جائیں اور تائید میں جا بجا حواشی میں دیگر کتب کا حوالہ بھی دیا جائے، بلکہ حسب معلومات کہیں کہیں کچھ اضافہ بھی کر دیا جائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ے اخبار الاخیار مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۱۰

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

کی پیدائش اور نسب شریف

ملک فارس کے شمالی حصے میں بحیرہ خزر کے جنوبی ساحل سے ملحق گیلان کا چھوٹا سا مگر زرخیز صوبہ آباد ہے۔ جس کا رقبہ قریبًا چھ ہزار مربع میل ہے۔ اس صوبہ کے ایک قصبہ میں سیّدنا **شیخ عبد القادر** ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ قصبہ کا نام بقول شیخ شطنوفی نیف ہے (بہجۃ الاسرار۔ صہ ۸۸) مگر امام یاقوت[1] حموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے بشتیر بضم باؤ کسرۂ تا لکھا ہے۔ پس ظاہر[2] ہے۔ کہ نیف اس مقام پر ہے جسے بشتیر کہتے ہیں یا ممکن ہے کہ تولد شریف ایک مقام پر ہُوا ہو اور پرورش دوسری جگہ پائی ہو۔ بہ ہر حال آپ کے جیلانی یا گیلانی ہونے میں کلام نہیں۔

آپ ثابت النسب سیّد ہیں۔ اپنے والد ماجد کی طرف سے حسنیؓ اور والدہ ماجدہ کیطرف سے حسینی ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب والد بزرگوار کی طرف سے حسنی یوں ہے۔ سیدنا عبد القادر بن ابی صالح موسیٰ[3] جنگی دوست بن الامام

---

[1] معجم البلدان۔ مجلد ثانی صہ ۱۸۷

[2] دائرۃ المعارف بستانی المجلد الحادی عشر۔ ترجمہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

[3] ۔ حافظ ذہبی حافظ ابن رجب نے ابو صالح عبد اللہ بن جنگی دوست لکھا ہے (قلائد الجواہر صہ ۳)

ابی عبداللہ بن الامام یحییٰ الزاہد بن الامام محمد بن الامام داؤد بن الامام موسیٰ بن الامام عبداللہ بن الامام موسیٰ الجون[1] بن الامام عبداللہ المحض[2] بن الامام الحسن[3] المثنیٰ بن الامام امیرالمومنین سیّدنا الحسن بن الامام اسد اللہ الغالب امیرالمومنین سیّدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے۔ سیّدنا ام الخیر امتہ الجبار فاطمہ بنت السید عبداللہ الصومعی الزاہد بن الامام ابی جمال الدین السید محمد بن الامام السید محمود بن الامام السید ابی العطاء عبداللہ بن الامام السید کمال الدین عیسےٰ بن الامام السید ابی علاؤ الدین محمد الجواد بن الامام علی الرضا بن الامام موسےٰ الکاظم بن الامام جعفر الصادق بن الامام محمد الباقر بن الامام زین العابدین بن الامام ابی عبداللہ الحسین بن الامام اسد اللہ الغالب امیرالمومنین سیّدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

آپ کے نانا سیدنا عبداللہ صومعی بڑے زاہد و مجاب الدعوات اور صاحب کرامات ولی تھے اور ضعف و پیری کے باوجود کثیر النوافل اور دائم الذکر تھے۔ شیخ ابو محمد داربانی قزوینی کا قول ہے کہ مجھ سے ایک دوست نے

---

[1] عربی میں جون کا اطلاق سیاہ و سفید ہر دو پر ہوتا ہے۔ مگر یہاں سیاہ مراد ہے کیونکہ موسیٰ مذکور گندم گون تھے۔ (بہجہ ص۸۹)

[2] محض کے معنے خالص کے ہیں۔ عبداللہ کا یہ لقب اس واسطے ہے کہ ان کا نسب والدین کی طرف سے خالص اور غلامی کے دھبے سے پاک تھا۔ کیونکہ ان کے والد حسن بن حسن بن علی اور والدہ فاطمہ بنت الحسین بن علی ہیں۔ [3] حسن مثنیٰ یعنی حسن ثانی کیونکہ حسن بن حسن ہیں۔

بیان کیا کہ ہم ایک قافلے میں تجارت کے لئے نکلے۔ جب صحرائے سمرقند میں پہنچے تو سواروں نے ہمیں آگھیرا۔ پریشانی میں ہم نے بہ آواز بلند یوں کہا، یا شیخ ابا عبداللہ الصومعی کیا دیکھتے ہیں کہ شیخؓ ہمارے درمیان کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا اللّٰہ تَفَرَّقِی یَا خَیْلُ عَنَّا۔ (بہت پاک و پاک ذات ہے ہمارا پروردگار اللہ اے سوارو ہم سے دُور ہو جاؤ) یہ سنکر گھوڑے اپنے سواروں کو پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں کی طرف لے بھاگے اور ایسے پراگندہ ہو گئے کہ وہ ایک جگہ نہ رہے۔ اس طرح ہم ان سے بچ گئے۔ پھر ہم نے شیخ کو اپنے درمیان تلاش کیا۔ مگر کہیں نظر نہ آئے اور نہ پتہ لگا کہ کدھر تشریف لے گئے جب ہم جیلان میں واپس آئے تو ہم نے لوگوں سے یہ ماجرا کہہ سنایا وہ کہنے لگے، اللہ کی قسم شیخ ہم میں سے غائب نہیں ہوئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کو بھی اللہ تعالےٰ نے خیر و صلاح سے خط وافر عطا فرمایا تھا اور آپ کی پھوپھی سیدہ عائشہ بھی بڑی پارسا تھیں۔ ایک دفعہ جیلان میں امساک باراں ہوا لوگوں نے بہت دعائیں کیں۔ مگر بارش نہ ہوئی آخر کار مشائخ جیلان سیدہ عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ سنکر وہ اپنے گھر کے صحن میں گئیں اور زمین کو جھاڑ دیا پھر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کی۔ "اے میرے پروردگا! جھاڑو تو میں نے دے دیا ہے چھڑکاؤ تو کر دے۔ (یَا رَبِّ اَنَا کَنَسْتُ فَرُشَّ اَنْتَ) یہ کہنا تھا کہ آسمان سے موسلا دھار مینہ

لہ یہ شیخ کی مثالی تشکل تھی۔ کیونکہ اولیاء اللہ کے ابدان مثالیہ ہوتے ہیں جن سے وہ ایک ہی

اترا اور وہ سیلاب باراں کو حیرت سے اپنے گھروں کو واپس آئے۔ (بہجہ صفحہ ۹)

آپ نے تصوّف کے گہوارے میں پرورش پائی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ولادت کے تھوڑے عرصے بعد آپ کے والد بزرگوار اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئے تھے۔ اس لئے آپ کو آپ کے نانا سیّدنا عبداللہ صومعی نے اپنی کنارِ عاطفت میں لے لیا تھا۔ اور آپ ان ہی کے فرزند مشہور تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے بیٹے عبدالقادر پیدا ہوئے تو ماہ رمضان کے چاند میں شُبہ پڑ گیا۔ لوگ مجھ سے پُوچھنے آئے۔ میں نے کہا آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ پھر ظاہر ہو گیا کہ اُس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ اُس وقت ہمارے شہر میں مشہور ہو گیا کہ شریفوں[1] کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، جو رمضان

---

[1] فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر المکی (مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۴) میں ہے کہ صدر اول میں شریف کا اطلاق اُس شخص پر ہوتا تھا۔ جو اہل بیت میں سے ہو خواہ وہ عباسی ہو یا عقیلی۔ اسی واسطے مورخین کہا کرتے ہیں۔ شریف عباسی۔ شریف زینبی۔ مگر جب مصر میں خلفائے فاطمیہ حکمران ہوئے تو انہوں نے شریف کا استعمال فقط امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی اولاد میں محدود کر دیا۔ اُس وقت سے آج تک یہی استعمال جاری ہے۔

مبارک میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔ (بہجہ صفہ ۹۵)

آپ بچوں کے ساتھ نہ کھیلتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا قصد کرتا تو ایک قائل کو یہ کہتے سنتا "اے مبارک کہاں جاتے ہو"۔ میں ڈر کر بھاگتا اور اپنی ماں کی گود میں آجاتا۔ یہ معلوم نہیں کہ آپ کی تعلیم کب سے شروع ہوئی۔ مگر اس قدر تحقیق ہے کہ دس برس کی عمر میں آپ اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ جب آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں دس برس کی عمر میں اپنے شہر میں گھر سے نکلتا اور مدرسے جایا کرتا۔ پس میں فرشتوں کو اپنے پیچھے چلتے دیکھتا۔ جب مدرسے پہنچتا تو انہیں یہ کہتے سنتا کہ اللہ کے ولی کو جگہ دو، کہ بیٹھ جائے۔

ایک روز ایک شخص جسے میں اُس وقت نہ جانتا تھا ہم پر گذرا جب اُس نے فرشتوں کو یہ کہتے سُنا۔ تو اُن میں سے ایک سے پوچھا، یہ لڑکا کون ہے؟ اس نے جواب میں کہا۔ اِس کی بڑی شان ہوگی۔ اِسے عطا کیا جائے گا۔ اِسے قادر کر دیا جائے گا اور محروم نہ رکھا جائے گا۔ اسے مقرّب بنایا جائے گا اور اس کے ساتھ مکر نہ کیا جائے گا۔[1]

غرض اٹھارہ برس کی عمر تک آپ بلادِ جیلان ہی میں رہے، پھر اپنے قدوم میمنت لزوم سے بغداد کو شرف بخشا۔

ابو عبداللہ محمد بن قائدادانی کا بیان ہے کہ میں شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں

---

[1] سیکون لہ شان عظیم ھذا یعطی فلا یمنع ویمکن فلا یحجب ویقرب فلا یمکر بہ۔

حاضر تھا۔ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے امر کی بنیاد کس چیز پر رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا "سچ پر۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ جب میں مکتب میں تھا۔ پھر آپ نے فرمایا میں نوجوانی میں اپنے شہر میں تھا۔ عرفہ کے دن جو شہر سے نکلا ایک زمیندار کے بیل کے پیچھے ہو لیا۔ بیل نے مڑکر میری طرف دیکھا اور مجھ سے یوں گویا ہوا "عبدالقادر! تو اس واسطے پیدا نہیں کیا گیا اور نہ تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔" میں ڈر کر واپس آگیا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ عرفات میں وقوف کر رہے ہیں۔ پھر میں اپنی ماں کے پاس آیا اور اس سے عرض کی کہ تو اللہ کے واسطے مجھے اپنا حق بخش دے اور بغداد جانے کی اجازت دے تاکہ میں وہاں علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤں اور نیکوں کی زیارت کروں۔ اس نے مجھ سے سبب پوچھا۔ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ وہ رو پڑی اور اسی دینار جو میرے والد بزرگوار کے ترکہ سے اُسے ملے تھے میرے پاس لائی۔ میں نے اس میں سے چالیس اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دیئے۔ باقی چالیس ماں نے میری گدڑی میں بغل کے نیچے سی دیئے اور مجھے جانے کی اجازت دی اور مجھ سے ہر حال میں سچ بولنے کا عہد لیا۔ مجھے رخصت کرنے نکلی اور کہا بیٹا! جاؤ میں نے اللہ کے لئے تمہیں اپنا حق بخش دیا۔ یہ وہ چہرہ ہے جو قیامت تک مجھے نظر نہ آئے گا۔ ماں سے رخصت ہو کر میں ایک بغداد جانے والے چھوٹے سے قافلے کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم ہمدان سے آگے نکل گئے اور سرزمین ترنتک[۱] میں پہنچے تو

۱؎ قلائد الجواہر ص۹ میں لکھا ہے۔

ساٹھ سوار جنگل میں سے ہم پر نکلے اور انہوں نے قافلے کو آگھیرا۔ ان میں سے
ایک سوار میرے پاس سے گزرا اور کہنے لگا اے فقیر تیرے پاس کیا ہے۔ میں
نے کہا چالیس دینار۔ اُس نے پوچھا کہاں ہیں؟ میں نے کہا میری گدڑی میں
بغل کے نیچے سے ہوئے ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ میں تمسخر کر رہا ہوں، اس لئے
اس نے مجھ سے تعرض نہ کیا اور چلا گیا۔ اسی طرح ایک اور سوار آیا، اس نے
بھی پہلے سوار کی طرح مجھ سے سوال کیا۔ میں نے اس کو بھی وہی جواب دیا
اس لئے وہ بھی بغیر تعرض چلا گیا۔ وہ دونوں اپنے سرگروہ کے پاس گئے اور
مجھ سے جو کچھ سُنا تھا اس سے کہدیا۔ اُس نے کہا کہ اسکو میرے پاس
لاؤ۔ اس لئے وہ مجھے اس کے پاس لے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک ٹیلے
پر آپس میں مال تقسیم کر رہے ہیں۔ سرگروہ نے مجھ سے پُوچھا کہ تیرے
پاس کیا ہے۔ میں نے کہا چالیس دینار۔ اُس نے کہا کہاں ہیں۔ میں نے کہا
میری گدڑی میں بغل کے نیچے سِئے ہوئے ہیں۔ پس اس کے حکم سے میری گدڑی
چاری گئی اور اس میں سے چالیس دینار برآمد ہوئے۔ یہ دیکھ کر اس نے
مجھ سے پوچھا کہ تو نے اعتراف کیوں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میری ماں
نے مجھ سے سچ بولنے کا عہد لیا ہوا ہے۔ میں اس کے عہد کو نہ توڑوں
گا۔ یہ سُنکر قزاقوں کا سرگروہ رو پڑا اور کہنے لگا۔ تو نے اپنی ماں کا عہد
نہیں توڑا۔ میں اتنے سالوں سے اپنے رب کا عہد توڑ رہا ہوں۔ پھر اُس
نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے کہا تو رہزنی میں
ہمارا پیشرو تھا۔ اب توبہ میں بھی ہمارا پیشرو ہے۔ پس ان سب نے میرے

ہاتھ پر توبہ کی اور قافلے کا تمام مال واپس دے دیا۔ یہ سوار پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی (بہجہ ص۸۷)

یہ چار سو میل سے زائد کا خطرناک سفر طے کر کے آپ ۴۸۸ھ میں شہر بغداد میں رونق افروز ہوئے اور آئمہ اعلام و علمائے عظام سے استفادہ فرمانے لگے۔ آپ نے پہلے قرآن کریم کو روایت و درایت اور قرات سے پڑھا۔ پھر فقہ و اصول علمائے حنبلی (ابو الوفا علی بن عقیل۔ ابو الخطاب محفوظ الکلوانی۔ ابو الحسن محمد بن قاضی ابی یعلی۔ محمد بن حسین بن محمد فراء۔ قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخرمی[۱]) سے پڑھا اور شیوخ ذیل سے علم حدیث حاصل کیا۔

ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی۔ ابو سعد محمد بن عبد الکریم بن خنیش۔ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الرسی۔ ابو بکر احمد بن منظفر۔ ابو محمد جعفر بن احمد القاری السراج۔ ابو القاسم علی بن احمد الکرخی۔ ابو عثمان اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی ابو طالب عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن محمد بن یوسف۔ ابو طاہر عبد الرحمٰن بن احمد بن عبد القادر بن محمد بن یوسف۔ ابو البرکات ہبۃ اللہ السقطی۔ ابو العز محمد بن مختار الہاشمی۔ ابو نصر محمد و ابو غالب احمد و ابو عبد اللہ یحییٰ، ابناء و الامام ابی علی الحسن

---

[۱] معجم البلدان لیاقوت الحموی میں ہے کہ مخرم بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے جو مخرم بن یزید بن شریح بن مخرم بن مالک بن ربیعہ بن الحارث بن کعبہ سے منسوب ہے۔ ابتدائے اسلام میں بنائے بغداد سے بہت پہلے جب عرب اس نواح میں اُترے تو مخرم مذکور اس جگہ اترا کرتا تھا۔ لہٰذا اس جگہ کو مخرم کہنے لگے۔

بن البنا۔ ابوالحسین المبارک المعروف بابن الطیوری۔ ابو منصور عبدالرحمٰن القزاز
ابوالبرکات طلحۃ العاقولی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور علامہ ابوزکریا یحییٰ بن علی
التبریزی سے علم ادب حاصل کیا۔ (بہجہ صفحہ ۱۰۶)

علامہ تبریزی (متوفی سنہ ۵۰۲ھ) بڑے پایہ کے ادیب ہوئے ہیں۔ آپ
بغداد کے مدرسہ نظامیہ[1] میں علم ادب کے مدرس اعلیٰ تھے۔ بہت سی کتابیں
آپ کی تصنیف ہیں۔ مثلاً شرح القصائد العشر۔ تفسیر القرآن والاعراب۔
شرح اللمع۔ الکافی فی العروض والقوافی۔ شرح دیوان حماسہ۔ شرح دیوان متنبی
شرح دیوان ابی تمام۔ شرح الدریدیہ شرح سقط الزند۔ شرح المفضلیات۔
تہذیب الاصلاح لابن السکیت وغیرہ (بغیۃ الوعاۃ للسیوطی)

تحصیل علوم میں آپ کو سخت تکالیف کا سامنا ہوا۔ ماں نے چالیس دینار
جو دیے تھے، وہ تو راستے ہی میں خرچ ہو گئے ہوں گے۔ بغداد پہنچتے ہی فقر و
فاقہ پیش آیا ہوگا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے حال میں بیس روز بغداد
میں ٹھہرا۔ مجھے کھانے کو کوئی چیز نہ ملتی تھی اور نہ کوئی مباح شے ہاتھ آتی تھی
تنگ آکر میں ایوانِ کسریٰ[2] کے ویرانے کی طرف نکلا کہ شاید کوئی مباح چیز ملے، مگر

---

[1] اس مدرسے کو خواجہ نظام الملک طوسی نے سنہ ۴۵۹ھ میں بنوایا تھا۔ یہ اس قدر نامور تھا کہ
یہاں کے تعلیم یافتہ عالم کے مستند و معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہ رہتا تھا۔ امام ابوحامد غزالی
شیخ عراق عبدالقاہر سہروردی۔ استاد الائمۃ عماد الدین موصلی اور شیخ سعدی مصلح الدین
شیرازی وغیرہ ہزارہا برنگ اسی مدرسے کے فیض یافتہ ہیں۔ [2] مدائن کے مشرقی جانب شاہ پور
صفحہ ۲۸ پر

ہم نے وہاں ستر ولیوں کو پایا جو سب کے سب میری طرح پیٹ کے لئے مباحات کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ ان کی مزاحمت کرنا مروّت سے بعید ہے۔ اس لئے میں بغداد کی طرف لوٹ آیا۔ راستے میں مجھے اپنے وطن کا ایک شخص ملا جس سے میں واقف نہ تھا۔ اُس نے مجھے ایک پارۂ زر دیا اور کہا کہ تیری والدہ نے یہ تیرے واسطے بھیجا ہے۔ میں اُسے لے کر جلد ویرانے کی طرف واپس گیا۔ اس میں سے کچھ اپنے واسطے رکھ لیا اور باقی ان ستر ولیوں میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیسا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ میری ماں نے بھیجا ہے۔ مگر میں نے پسند نہ کیا کہ سب اپنے پاس ہی رکھ لوں۔ پھر میں بغداد میں آیا اور جو میرے پاس باقی تھا۔ اس کے عوض کھانا لیا اور فقیروں کو آواز دی۔ پس ہم سب نے مل کر کھایا (بہجہ ص ۱۰۳)

اسی طرح ماں نے ایک دفعہ آٹھ دینار بھیجے۔ وہ بھی جلد صرف ہو گئے

ابو بکر تیمی کا بیان ہے کہ میں نے سیّدنا شیخ محی الدین کو سنا کہ فرماتے تھے۔

ذوالاکتاف نے ایک عالی شان محل بنوایا تھا جو ایوان کسریٰ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ وہی ایوان ہے جو جناب سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی ولادت شریف کے دن متزلزل ہو گیا تھا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے تھے۔ پرویز بن ہرمز بن نوشیروان نے اس ایوان کے بعض حصوں کی تکمیل کی تھی۔ کذا فی مروج الذہب للمسعودی

امام یاقوت حموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں مدائن ایک چھوٹا سا شہر ہے اور بغداد اور اس کے درمیان چھ فرلانگ کا فاصلہ ہے۔

ایک قحط میں جو بغداد میں پڑا مجھے ایسی تنگی ہوئی کہ کئی دن کھانا نہ کھایا، بلکہ گری پڑی چیزیں اٹھا کر کھاتا تھا ایک روز بھوک کی شدت سے دریا کے کنارے کیطرف نکلا۔ تاکہ کاہو کے پتے یا سبزی وغیرہ جو ملے کھا لوں، مگر جہاں جاتا وہاں پہلے ہی کوئی موجود ہوتا۔ اگر کوئی چیز ملتی تو اُس پر فقیروں کا ہجوم ہوتا جن کی مزاحمت مجھے پسند نہ آئی۔ اس لئے میں لوٹ آیا یہاں تک کہ شہر میں سوق الریحانیین کی مسجد کے پاس پہنچا مجھے غائیت درجے کی بھوک لگی ہوئی تھی اور صبر کرنے سے عاجز آگیا تھا۔ میں مسجد میں داخل ہوا اور قریب الموت ایک گوشہ میں ہو بیٹھا۔

ایک عجمی جوان آیا۔ جس کے پاس صافی روٹی اور شوربا تھا۔ وہ بیٹھ کر کھانے لگا۔ جب وہ لقمہ اٹھاتا تو بھوک کی شدت سے میں اپنا مُنہ کھول لینے کو ہوتا، یہاں تک کہ میں نے اپنے نفس کو ملامت کی اور کہا یہ کیا؟ یہاں اللہ اور موت کے سوا نہیں۔ اچانک اس عجمی نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا، بھائی آئیے۔ بسم اللہ۔ میں نے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا اور مجھے قسم دلائی۔ میرے نفس نے مان لینے میں جلدی کی۔ پس میں نے آہستہ آہستہ کھایا وہ مجھے پوچھنے لگا تیرا شغل کیا ہے۔ تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ میں نے کہا میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور علم فقہ پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں۔ کیا تو ایک جیلانی نوجوان عبدالقادر کا نام کو جانتا ہے۔ میں نے کہا وہ تو میں ہی ہوں۔ اس پر وہ گھبرا گیا اور اس کا رنگ بدل گیا۔ مجھ سے کہنے لگا، بھائی اللہ کی قسم میں بغداد

میں پہنچا، میرے پاس نفقہ باقی تھا۔ میں نے آپ کا پتہ پوچھا۔ مگر کسی نے نہ بتایا یہاں تک کہ میرا الفقہ ختم ہوگیا۔ ختم ہونے کے بعد تین دن میں اس حالت میں رہا کہ آپ کی امانت کے سوا میرے پاس کھانا خریدنے کو کچھ نہ تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ تین دن ہو گئے ہیں اس حال میں شریعت نے بھی میرے لئے مردار کا کھا لینا جائز رکھا ہے۔ اس لئے میں نے آپ کی امانت میں سے روٹی اور شوربا خریدا اب آپ حلال وطیب کھانا کھائیں کیونکہ یہ آپ ہی کا ہے میں تو آپ کا مہمان ہوں۔ پہلے بظاہر یہ میرا تھا اور آپ میرے مہمان تھے میں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے اس نے جواب دیا۔ آپ کی والدہ نے آپ کے لئے آٹھ دینار میرے ہاتھ بھیجے ہیں، جن میں سے میں نے یہ کھانا خرید لیا ہے میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ میں نے آپ کی امانت میں خیانت کی، گو شریعت کی طرف سے مجھے گنجائش تھی۔

اُس کا یہ جواب سُن کر میں نے اُسے تسلی دی اور خوش کیا اور جو کھانا بچ رہا۔ وہ بھی اور کچھ دینار بھی اُسے دیئے جو اُس نے لے لئے اور چلا گیا۔

(قلائد الجواہر۔ ص ۹)

شیخ عبداللہ سلمی سے روایت ہے کہ میں نے سیّدنا شیخ عبدالقادر رضؓ کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے کئی دن کھانا نہ ملا۔ میں قطیعہ[۱] شرقیہ میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے ایک بند کاغذ میرے ہاتھ میں دیا اور چلا گیا

---

[۱] یہ محلہ بغداد میں مدینہ منورہ کی طرف باب صبہ اور باب انیج درباں کے درمیان واقع ہے۔

میں پہنچا، میرے پاس نفقہ باقی تھا۔ میں نے آپ کا خبیص[1] لیا اور ایک علیحدہ مسجد کی طرف آیا جس میں سبق یاد کرنے کے لئے بیٹھا کرتا تھا۔ اُس کھانے کو میں نے اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور سوچنے لگا کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ اس اثنا میں دیوار کے سایہ میں ایک ملفوف کاغذ پر میری نظر پڑی میں نے اُٹھا لیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں لکھا ہے کہ کتب سابقہ میں سے ایک میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اقویا[2] کو شہوتوں سے کیا سروکار۔ میں نے شہوات تو فقط ضعیف مومنوں کے لئے بنائی ہیں تاکہ وہ اُن سے میری طاعت پر قادر رہوں۔ یہ دیکھ کر میں نے رومال اٹھا لیا، جو کچھ اس میں تھا وہ چھوڑ دیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر چلا آیا۔

(قلائد صـ۱۰)

شیخ عبد اللہ جبائی[3] کا قول ہے کہ مجھ سے سیّدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک روز میں صحرا میں ایک جگہ بیٹھا ہوا فقہ کا سبق

---

[1] خبیص طعامیکہ از روغن و خرما سازند۔ کذا فی المنتخب۔

[2] فوات الوفیات۔ جزو ثانی۔ ترجمۃ الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ تعالےٰ عنہ

[3] شیخ عبد اللہ جبائی (۵۸۶ھ) اکابر مشائخ میں سے صاحب کرامات تھے۔ طرابلس شام کے ایک گاؤں جبا نام کے رہنے والے تھے آپ کا والد نصرانی تھا جو آپ کی طفولیت میں مرگیا گیارہ سال کی عمر میں آپ اسلام لائے اور ۵۲۰ھ میں بغداد میں علم پڑھنے آئے اور سیدنا شیخ عبد القادرؒ کی صحبت میں رہے اور آپ کے وصال کے بعد اصفہان چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا (قلائد جواہر)

یاد کر رہا تھا۔ اور تنگ دستی کے ہاتھوں نالاں تھا۔ ایک ہاتف نے آواز دی کہ تو کچھ قرض لے جس سے فقہ یا علم حاصل کرنے پر قادر ہو۔ میں نے کہا کس طرح قرض لوں۔ میں فقیر ہوں، میرے پاس کوئی شے نہیں، جس سے میں ادا کر سکوں۔ اُس نے کہا تو قرض لے ادا کرنا ہمارا ذمہ رہا۔ یہ سُنکر میں ایک سبزی فروش کے پاس آیا اور اس سے کہا "تو مجھے اس شرط پر قرض دے کہ جب بہ فضلِ خدا کچھ میرے ہاتھ لگے تو تجھے دے دوں گا۔ اگر میں مر گیا تو معاف کر دینا۔ تو مجھے ہر روز ایک روٹی اور نصف روٹی کے عوض رائی یا ہاتھوں تو کا ساگ دے دیا کر" وہ سبزی فروش رو پڑا اور کہنے لگا، اے میرے آقا! میں نے تجھے بخشا۔ تو جو چاہے مجھ سے لے لیا کر۔ پس میں اس سے ہر روز ایک روٹی اور نصف روٹی کے عوض رائی کا ساگ لے لیا کرتا! اس طرح کچھ مدت گزر گئی۔ ایک روز یہ معاملہ مجھے ناگوار گزرا۔ کیوں کہ اس عرصے میں کچھ میرے ہاتھ نہ آیا۔ کہ سبزی فروش کو دیتا۔ پس مجھ سے کہا گیا کہ فلاں جگہ جا۔ وہاں دُکان پر جو تجھے نظر آئے اٹھا لے۔ جب میں اُس جگہ آیا تو دکان پر سونے کا ایک بڑا ٹکڑا پایا۔ میں نے اٹھا لیا اور سبزی فروش کو دے دیا۔

شیخ عبداللہ جبائی ہی کا بیان ہے کہ مجھ سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا کہ اہل بغداد کی ایک جماعت علم فقہ میں مشغول تھی۔ جب غلہ کے دن آتے تو وہ گاؤں میں اناج مانگنے چلے جاتے۔ ایک روز انہوں نے مجھ سے کہا کہ تو بھی ہمارے ساتھ یعقوبا[لے] کو چل، وہاں سے

لے یعقوبا ایک بڑا گاؤں ہے بغداد سے دس فرسنگ کے فاصلے پر خراساں کے راستے میں واقع ہے۔ یہاں کے خربا اور لیموں حسن و خوبی میں ضرب المثل ہیں اور نہریں اور باغات بہ کثرت ہیں

کچھ مانگ لائیں گے۔ میں نوجوان تھا، ان کے ساتھ ہو لیا۔ بعقوبا میں ایک نیک شخص تھا جسے شریف لعقوبی کہتے تھے میں اس کی زیارت کے لئے گیا اُس نے مجھ سے کہا کہ حق کے مرید اور نیک بندے لوگوں سے کچھ نہیں مانگا کرتے اور مجھے سوال کرنے سے منع کیا۔ اس کے بعد میں کبھی کسی جگہ سوال کرنے نہیں گیا۔ (قلائد صہ ۱۲)

خیرات مانگنے کی مذمت اس وقت آپ کے ایسی ذہن نشین ہوئی کہ عمر بھر دوسروں کو بھی سوال کرنے سے منع فرماتے رہے۔ چنانچہ شیخ ابو محمد شادر سبتی محلی بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے بغداد میں داخل ہوا اور آپ کی خدمت میں کچھ مدت رہا۔ جب میں نے خلقت سے تجرید کے قدم پر مصر کو لوٹنے کا ارادہ کیا اور آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے مجھے وصیت فرمائی کہ کسی سے کچھ نہ مانگنا اور اپنی دو انگلیاں میرے منہ میں ڈال دیں اور فرمایا چوس لو۔ میں نے اس ارشاد کی تعمیل کی۔ پھر فرمایا کہ تو ہدایت یافتہ واپس جائے۔ پس میں بغداد سے مصر پہنچا۔ راستے میں نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا۔ مگر میری قوت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ (بہجہ صہ ۴۸)

ایسی تکالیف کے باوجود آپ رضؓ نے علوم میں وہ پایہ حاصل کیا کہ علمائے بغداد بلکہ علمائے زمانہ سے سبقت لے گئے اور سب کے مرجع بن گئے آج کل کے طلبہ دین کو آپ کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

آپ رضؓ کا سلوک اور مجاہدہ

آپ نے علوم ظاہری کے ساتھ علم طریقت بھی حضرت ابوالخیر حمادؔ[1] بن مسلم دباس سے حاصل کیا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ جبائی کا قول ہے کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز میرے جی میں یہ بات آئی کہ فتنوں کی کثرت کے سبب میں بغداد سے نکل جاؤں۔ اس لئے میں نے قرآن کریم لیا اور اُسے شانے پر سے لٹکایا اور باب حلبہ کی طرف چلا کہ اس سے جنگل کی طرف نکل جاؤں۔ ایک ہاتف نے آواز دی۔ تو کہاں جاتا ہے اور مجھے ایک ایسا دھکا دیا کہ میں چت گر پڑا پھر اس نے کہا۔ لوٹ جا کیوں کہ تجھ سے لوگوں کو فائدہ ہے۔ میں نے کہا مجھے خلقت سے کیا کام۔ میں اپنے دین کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اس

---

[1] شیخ حماد بن مسلم دباس علوم حقائق میں علمائے راسخین میں سے تھے۔ مریدوں کی تعلیم و تربیت میں ان سے بڑھ کر بغداد میں کوئی شیخ نہ تھا۔ بغداد کے مشائخ و صوفیہ انہی کے فیض یافتہ تھے۔ آپ کی اصل وجبہ تھی جو ملک شام میں دمشق سے ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا۔ آپ بغداد میں محلہ مظفریہ میں رہا کرتے تھے اور دبس یعنی شیرہ خرما و شیرہ انگور بیچا کرتے تھے اسی واسطے آپ کو حماد باس کہتے ہیں۔ آپ کے شیرہ پر بھڑ یا مکھی نہ بیٹھا کرتی تھی ۵۲۵ھ میں آپ کا وصال ہوا اور مقبرہ شونیزیہ میں دفن ہوئے۔ روایت ہے کہ ایک روز آپ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے مقبرے کی

نے کہا لوٹ جا، تیرا دین سلامت رہے گا۔ اس کے بعد مجھ پر ایسے حالات وارد ہوئے جن میں کچھ التباس تھا۔ اس لئے میں خدا سے چاہتا تھا کہ کوئی ایسا بندہ ملا دے جو ازالہ التباس کر دے۔ جب دوسرا دن ہوا تو میں مظفریہ میں سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا اور مجھ سے کہا۔ عبدالقادر یہاں آ۔ میں اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا تو نے کل رات کیا طلب کیا تھا (یا یوں کہا تو نے رات کو اللہ سے کیا سوال کیا تھا) یہ سن کے میں چپ ہو گیا اور حیران تھا کہ کیا جواب دوں۔ وہ مجھ پر خفا ہوا اور اس زور سے مجھ پر دروازہ بند کیا کہ اطراف دروازہ سے میرے چہرہ کی طرف گرد اڑی۔ جب میں کچھ دُور نکل گیا تو مجھے رات کا سوال یاد آ گیا اور خیال گزرا کہ وہ شخص صالحین یا اولیاء اللہ میں سے ہے اس لئے میں اُس دروازے کو ڈھونڈنے لوٹا۔ مگر نہ ملا اور مجھے رنج ہوا۔ وہ شخص شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ بعد ازاں میں نے ان کو پہچان لیا اور ان کی صحبت میں رہا شیخ موصوف نے میرے اشکال کو حل کر دیا۔ جب میں طالب علم کے لئے

کی زیارت کو نکلے۔ راستے میں ایک لونڈی کی آواز سنی جو اپنے آقا کے گھر میں گا رہی تھی۔ آپ وہیں سے مکان کو لوٹ آئے اور اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے پوچھا کہ مجھ سے کونسا گناہ سرزد ہوا ہے کہ جس کی سزا مجھے آج ملی ہے گھر والوں نے اور تو کچھ ذکر نہ کیا۔ صرف اتنا بتایا کہ کل ہم نے ایک برتن خریدا تھا جس میں ایک تصویر بنی ہوئی ہے آپ نے فرمایا بس اسی سبب سے مجھ پر یہ وبال آیا ہے اور وہ برتن لیکر تصویر مٹا دی (ص ۱۴۲ بہجہ)

آپ کی خدمت سے غائب ہونا اور پھر آپ کے پاس آتا تو آپ فرماتے تو ہمارے پاس کیوں آیا ہے تو فقیہہ ہے فقہاء کے پاس جا۔ مگر میں چپ رہتا۔ اور آپ مجھے بڑی اذیت دیتے اور مارتے۔ پھر جب طا[illegible] علم کے لئے آپ سے غائب ہوتا اور پھر آتا تو فرماتے، آج ہمارے پاس بہت سی روٹیاں اور فالودہ آیا تھا ہم نے سب کھا لیا اور تیرے واسطے کچھ نہیں رکھا۔ آپ کے اصحاب بھی جو اکثر اپنے شیخ کو مجھے اذیت دیتے دیکھا کرتے تھے، مجھ سے تعرض کرنے لگے اور کہنے لگے۔ تو فقیہہ ہے یہاں کیا کرے گا یا یہاں کیوں آیا ہے؟ شیخ نے جب دیکھا کہ وہ مجھے اذیت دے رہے ہیں تو غیرت کھائی اور اُن سے یوں خطاب فرمایا۔

"اے کتو! تم اسے کیوں اذیت دیتے ہو؟ اللہ کی قسم تم میں اُس سا ایک بھی نہیں۔ میں تو آزمایش کے لئے اُسے اذیت دیتا ہوں، مگر دیکھتا ہوں کہ وہ ایک پہاڑ ہے جو ہلتا نہیں۔ (قلائد ص۱۲)

سلوک میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ بہ لحاظ شدت ولزوم بے نظیر تھا۔ مشائخ زمانہ میں سے کسی کو طاقت نہ تھی کہ ریاضت میں آپ کی برابری کرے۔ آپ کا طریق کار امور ذیل پر مشتمل تھا۔

تفویض و تسلیم۔ قلب و روح کی موافقت۔ ظاہر و باطن کا اتحاد۔ صفات انسانیہ سے انسلاخ اور نفع و نقصان اور قرب و بعد کی رویت سے غیبت ہر حال میں ثبوت مع اللہ۔ تجرید توحید اور توحید تفرید جس کے ساتھ مقام عبودیت میں حضور ہو اور وہ عبودیت کمال ربوبیت کے لحاظ سے

مستند ہو۔ ہر خطرہ و لحظہ و نفس و وارد و حال میں کتاب و سنت کو ملحوظ رکھنا
شکوک کی کشش اور اغیار کے تنازع سے قلب و باطن کا پاک ہونا۔
احکام شریعت کی پابندی اور اسرار حقیقت کا مشاہدہ (بہجہ صہ ۸۴)

شیخ احمد بن ابی بکر حریمی کا بیان ہے کہ میں نے سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو سنا کہ فرماتے تھے۔ میں عراق کے بیابانوں اور ویرانوں میں پچیس سال تنہا اس حالت میں پھرتا رہا کہ میں لوگوں کو نہ جانتا تھا اور نہ لوگ مجھے جانتے تھے۔ میرے پاس رجال غیب اور جنوّں کے گروہ آتے، جن کو میں اللہ کا راستہ بتاتا تھا۔ جب پہلے پہل عراق میں داخل ہوا تو خضر علیہ السلام نے میرا ساتھ دیا۔ اس سے پہلے میں اُن کو نہ جانتا تھا۔ انہوں نے شرط کی کہ میں ان کی مخالفت نہ کروں اور مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک یہیں ٹھہرو۔ اس عرصے میں دنیا اور اس کی متلذذ ذات عجیب مختلف شکلوں میں مجھ پر وارد ہوتی تھیں۔ مگر اللہ تعالےٰ مجھے ان کی طرف متوجہ ہونے سے بچا لیتا تھا۔ شیاطین مختلف بھیانک شکلوں میں میرے پاس آتے اور مجھ سے لڑتے تھے، مگر اللہ تعالےٰ مجھے ان پر غلبہ دیتا تھا۔ میرا نفس متشکل ہو کر اپنی خواہش کے لئے کچھ تو مجھ سے عاجزی کرتا اور کبھی لڑائی کرتا۔ مگر اللہ تعالےٰ اس کے برخلاف میری مدد کرتا تھا۔ ابتدا میں مجاہدے کے جس طریق سے میں نفس پر مواخذہ کرتا تھا اُسے خوب مضبوط پکڑتا اور بناہتا تھا۔ میں مدت تک بہ طور مجاہدہ مدائن کے ویرانے میں یوں نفس کشی کرتا رہا کہ ایک سال گری پڑی چیزیں کھاتا

اور پانی نہ پیتا اور ایک سال پانی پیتا اور گری پڑی چیزیں نہ کھاتا اور ایک سال نہ کھاتا نہ پیتا نہ سوتا۔ ایک دفعہ میں کڑکڑاتے جاڑے میں رات کو ایوانِ کسریٰ میں سویا اور مجھے احتلام ہوگیا۔ میں اٹھا اور دریا کے کنارے پر جاکر غسل کیا پھر سوگیا۔ پھر احتلام ہوگیا اس لئے دریا کے کنارے پر جاکر غسل کیا اور پھر سوگیا اس طرح چالیس بار احتلام ہوا اور چالیس دفعہ غسل کیا۔ پھر میں نیند کے خوف سے ایوان کے اُوپر چڑھ گیا۔ کرخ کے ویرانے میں بھی کئی سال رہا۔ جن میں سوائے بردی[1] کے کچھ نہ کھاتا تھا۔ ہر سال کے شروع میں ایک شخص صوف کا جبہ میرے پاس لاتا جسے میں پہن لیتا۔ میں نے ہزاروں حالتیں بدلیں تاکہ تمہاری دنیا سے آرام پاؤں۔ میں گونگا، احمق اور پاگل مشہور تھا۔ اور ننگے پاؤں کانٹوں میں چلا کرتا تھا۔ جو ہولناک امر ہوتا اُسے اختیار کرتا۔ میرا نفس اپنی خواہش میں مجھ پر غالب نہ آیا اور دنیا کی زینت میں سے کوئی شئے مجھے کبھی پسند نہ آئی۔ شیخ ابو بکر حریمی کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا کیا بچپن میں بھی پسند نہیں آئی؟ آپ نے جواب دیا۔ نہ بچپن میں پسند آئی (بہجہ ص۸۵)

شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز کا بیان ہے کہ میں نے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ سیاحت

---

[1] بردی بالفتح گیاہیست کہ از شاخ و برگ آں بوریا بافند و آں را بہ فارسی لخ گویند۔ کذا فی المنتخب

کے آغاز میں مجھ پر احوال وارد ہوتے تھے۔ میں ان کا مقابلہ کرتا اور غالب آ جاتا تھا۔ میں اُن میں اپنے وجود سے غائب ہو جاتا تھا۔ اور بے ہوشی میں چلا پھرا کرتا۔ جب وہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی تو اپنے آپ کو اُس مکان سے کہ جہاں تھا دور پاتا۔ چنانچہ ایک دفعہ بغداد کے ویرانے میں مجھ پر حال وارد ہوا میں بے ہوشی میں ایک گھنٹہ چلا۔ پھر وہ حالت مجھ سے دُور ہو گئی اور میں بغداد سے بارہ دن کی مسافت پر ششتر کے شہروں میں تھا۔ میں وہاں اپنی حالت میں فکر کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک عورت نے مجھ سے کہا، کیا تو اس امر سے تعجب کرتا ہے اور تو شیخ عبدالقادر ہے (بہجہ صـ۸۶)

شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسےٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ میں ایک سیاحت میں جنگل کی طرف نکلا۔ مجھے کئی روز پانی نہ ملا۔ اس لئے سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ ایک بادل نے مجھ پر سایہ ڈالا اس میں سے تری جیسی ایک چیز مجھ پہ اتری، جس سے میں سیراب ہو گیا۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے کنارہ آسمان روشن ہو گیا۔ اور ایک صورت نمودار ہوئی، جس نے مجھے یوں پکارا۔ "اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں۔ میں نے تیرے واسطے حرام چیزیں حلال کر دیں۔" یہ سن کر میں نے کہا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اے لعین! دور ہو اتنے میں وہ روشنی تاریکی ہو گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی۔ پھر اس

نے مجھ سے یوں خطاب کیا " اے عبدالقادر! تو مجھ سے بحکم الٰہی اپنے علم کی بدولت اور اپنے منازلات کے احوال کی واقفیت کے سبب بچ گیا میں نے اس طرح کے واقعہ سے ستر ولیوں کو گمراہ کیا ہے " اس پر میں نے کہا یہ میرے رب کا فضل و احسان ہے۔

شیخ ابو نصر کا بیان ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کس طرح جان لیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے اس قول (میں نے تیرے واسطے حرام چیزیں حلال کر دیں) سے۔ (بہجہ منہ ۱۲)

شیخ ابوالعباس احمد بن یحیٰی بغدادی معروف بہ ابن الدبیقی کا بیان ہے کہ میں نے ۵۵۵ھ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو سنا کہ کرسی پر بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے۔ میں پچیس سال عراق کے جنگلوں اور ویرانوں میں اکیلا پھرتا رہا۔ چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتا رہا اور پندرہ سال نماز عشاء پڑھ کر قرآن کریم شروع کر دیتا اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اور نیند کے خوف سے میخ دیوار ہاتھ سے پکڑ کر صبح تک ختم کر دیا۔ ایک رات میں ایک سیڑھی پر چڑھ رہا تھا میرے نفس نے کہا، کاش تو ایک گھڑی سو جائے اور پھر اٹھ کھڑا ہو جونہی یہ خطرہ میرے دل میں آیا، میں ٹھہر گیا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور قرآن شروع کیا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں ختم کر دیا۔ تین دن سے چالیس دن تک مجھے کھانے کے لئے کچھ نہ ملتا۔ نیند متشکل ہو کر میرے پاس آتی۔ میں اس پر چلاتا اور وہ چلی جاتی۔ دنیا اور اس کی متلذذات و شہوات

کبھی اچھی اور کبھی بری شکلوں میں میرے پاس آتی تھیں۔ میں ان کو دھتکارتا اور وہ بھاگ جاتیں۔ میں اس برج میں جسے اب میرے قیام طویل کے سبب برج عجمی کہتے ہیں گیارہ سال رہا۔ میں نے اس میں خدا سے عہد کیا کہ دکھاؤں گا جب تک نہ کھلائیں گے اور نہ پیونگا۔ جب تک نہ پلائیں گے۔ پس میں چالیس روز کھانے پینے کے بغیر رہا۔ اس کے بعد ایک شخص نان و طعام لے کر آیا اور میرے آگے رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت سے میرا نفس کھانے ہی کو تھا کہ میں نے کہا۔ اللہ کی قسم میں اس عہد کو نہ توڑوں گا۔ جو میں نے اپنے پروردگار سے کیا ہے۔ پس میں نے اپنے باطن سے ایک چلانے والے کی آواز سنی کہ ہائے بھوک۔ مگر میں اس سے نہ ڈرا۔ شیخ ابو سعید مخزمی مجھ پر گزرے۔ انہوں نے جو چلانیولے کی آواز سنی۔ میرے پاس آکر کہا۔ عبدالقادر یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، یہ نفس کا قلق و اضطراب ہے۔ مگر روح اپنے مولیٰ سے حالتِ سکون و قرار میں ہے۔ شیخ موصوف نے فرمایا باب ازج[1] کی طرف آؤ۔ یہ کہکر وہ چلے گئے اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ گئے۔ میں نے دل میں کہا بجز امر کے میں اس مکان سے نہ نکلوں گا۔ پھر ابو العباس خضر علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا، اٹھو ابو سعید کے پاس چلو۔ پس میں ان کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے گھر کے دروازے میں کھڑے میری راہ تک رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ کیا میرا

---

[1] باب ازج بغداد شریف کے حصہ شرقی میں ایک بہت بڑے محلے کا نام ہے۔

قول آپ کے لئے کافی نہ ہوا یہاں تک کہ خضر علیہ السلام نے آپ سے وہی فرمایا جو میں نے کہا تھا۔ پھر وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ وہاں نے کھانا تیار پایا وہ مجھے کھلانے لگے یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ پھر انہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے خرقہ پہنایا اور میں ان کی خدمت میں تحصیل علم میں مشغول ہو گیا۔ (بہجہ صـ۵۹)

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الغنائم محمد الازہری الحسینی البغدادی نے دمشق میں ۶۲۹ھ میں ذکر کیا کہ میں نے بغداد میں نے ۵۵۹ھ میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو سُنا کہ فرما رہے تھے۔ میں نے بغداد سے پہلا حج ۵۰۹ھ میں کیا اور جوان و مجرد تھا۔ جب میں منارۃ القرون[1] کے پاس پہنچا، مجھے شیخ عدی[2] بن مسافر ملے، وہ بھی اُس وقت جوان و مجرد تھے انہوں نے مجھ

---

[1] یہ منارہ مکہ مشرفہ کے راستے میں واقصہ کے قریب واقع ہے سلطان جلال الدولہ ملک شاہ بن الپ ارسلان (متوفی ۴۸۵ھ) ایک سال بطور مشایعت حاجیوں کے ساتھ نکلا۔ واپس آتے ہوئے اس نے شکار کے لئے ایک حلقہ بنایا اور بہت سے جانور شکار کئے۔ پھر ان کے سینگوں اور کھروں سے وہاں ایک مینارہ بنایا جسکا نام منارۃ القرون (سینگوں کا منارہ) مشہور ہوا۔ امام یاقوت حموی (متوفی ۶۲۶ھ) لکھتے ہیں کہ یہ منارہ اب تک موجود ہے (معجم البلدان)

[2] آپ طائفہ عدویہ کے شیخ ہیں۔ دمشق کے مغرب میں قریہ بیت فار میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رح اور شیخ حماد دباس اور شیخ عقیل منبجی وغیرہ اولیاء اللہ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ پھر کوہ ہکار میں گوشہ نشین ہو گئے اور وہیں نوے سال کی عمر میں ۵۵۷ھ میں وصال فرمایا۔ آپ بڑے مجاہد کش اور صاحب کرامات تھے (بہجہ صـ۱۵ قلائد صـ۱۸) ہکار الجزیرہ میں موصل سے اوپر واقع ہے۔ کذا فی معجم البلدان۔

سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا۔ مکہ مشرفہ جا رہا ہوں۔ پھر پوچھا کیا تمہارا کوئی ساتھی ہے۔ میں نے کہا مجرد ہوں۔ انہوں نے کہا میرا بھی یہی حال ہے۔ پس ہم دونوں چل پڑے۔ اثنائے راہ میں میں نے ایک لاغر حبشی لڑکی دیکھی جس کے منہ پر برقع تھا۔ وہ میرے سامنے کھڑی ہو گئی اور میرے چہرے کی طرف تیز نگاہ سے دیکھ کر کہنے لگی، اے جوان! تو کہاں سے ہے؟ میں نے کہا عجم سے وہ کہنے لگی، تو نے آج مجھے تکلیف دی۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ اس نے کہا، میں بلادِ حبشہ میں تھی کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر تجلی کی اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اپنے وصل سے تجھے وہ عطا کیا جو کسی اور کو عطا نہیں کیا۔ پس میں نے چاہا کہ تجھے پہچانوں۔ پھر اس نے کہا، آج میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، شام کو تمہارے ساتھ روزہ افطار کروں گی۔ پس وہ وادی کے ایک طرف چلنے لگی۔ اور ہم دوسری طرف چل رہے تھے۔ جب شام کا وقت ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہوا سے ایک خوان اُتر رہا ہے جب وہ خوان ہمارے سامنے ٹھہر گیا تو ہم نے اس میں چھ روٹیاں اور سرکہ و سبزی پائی۔ یہ دیکھ کر اس حبشیہ نے کہا، سب ستائش اللہ کو ہے جس نے مجھے اور میرے مہمانوں کو گرامی بنایا، کیونکہ ہر رات مجھ پر دو روٹیاں اترا کرتی تھیں۔ آج چھ اتری ہیں۔ پس ہم سے ہر ایک نے دو دو کھائیں۔ پھر ہم پر تین کوزے اُترے۔ ہم نے ان میں ایسا پانی پیا جو لذت اور حلاوت میں دنیا کے پانی کے مشابہ نہ تھا۔ پھر وہ حبشیہ اس رات ہم سے رخصت ہو گئی اور ہم مکہ مشرفہ میں آ گئے۔ جب ہم

طواف کر رہے تھے تو اللہ تعالے نے افاضہ انوار سے شیخ عدی پر احسان کیا۔ وہ ایسے بے ہوش ہوئے کہ دیکھنے والے کو گمان گزرتا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ناگاہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ حبشیہ ان کے سر پر کھڑی بوسہ دے رہی ہے اور یوں کہہ رہی ہے "تجھے زندہ کرے گا۔ وہی جس نے تجھے مارا ہے۔ پاک ہے وہ ذات کہ حادث چیزیں بجز اس کے برقرار رکھنے کے اس کے جلالی نور کی تجلی کے آگے برقرار نہیں رہ سکتیں اور کائنات بجز اس کی تائید کے اس کی صفات کے ظہور کے آگے قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ اس کے جلال کے انوار نے عقلمندوں کی آنکھیں چندھیا دی ہیں۔" پھر اللہ تعالے نے (اور اسی کے لئے تمام ستائش ہے) طواف ہی میں مجھ پر بھی انوار نازل فرمایا۔ پس میں نے اپنے باطن سے ایک خطاب سُنا جس کے اخیر میں یہ تھا۔ "اے عبدالقادرؒ! ظاہری تجرید چھوڑ دے اور تفرید توحید اور تجرید تفرید اختیار کر۔ ہم عنقریب تجھے اپنی نشانیوں میں سے عجائبات دکھائیں گے تو اپنی مراد کو ہماری مراد سے غلط ملط نہ کر۔ اپنا قدم ہمارے سامنے ثابت رکھ اور دنیا میں ہمارے سوا کسی کو مالک التصرف نہ سمجھ۔ تیرے لئے ہمارا شہود ہمیشہ رہے گا۔ لوگوں کے فائدے کے لئے تو (مسند ارشاد پر) بیٹھ کیوں کہ ہمارے خاص بندے ہیں۔ جن کو ہم تیرے ہاتھ پر اپنے قرب تک پہنچائیں گے۔" پھر اُس حبشیہ نے کہا، اے جوان! میں نہیں جانتی کہ آج تیرا کیا رتبہ ہے۔ تجھ پر نور کا خیمہ لگا ہوا ہے۔ اور آسمان تک تجھے فرشتوں نے گھیرا ہوا ہے اور اولیاء اللہ کی نگاہیں اپنے مقاموں میں تیری

طرف لگی ہوئی ہیں اور آرزو کر رہی ہیں کہ تجھ سی نعمت ان کو بھی حاصل ہو۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ پھر میں نے اُسے نہیں دیکھا۔ (بہجۃ الاسرار صے ۵۶)

شیخ حماد و باس رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجم و عراق کے بڑے بڑے زاہدوں اور عارفوں سے ملے اور علوم و معارف حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ سب سے سبقت لے گئے۔ آپ نے خرقہ شریف قاضی ابوسعد مبارک مخزمی سے پہنا اور قاضی نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد قرشی سے۔ اور قرشی نے ابوالفرج طرسوسی سے اور طرسوسی نے ابوالفضل عبدالواحد تمیمی سے اور تمیمی نے شیخ ابوبکر شبلی سے اور شیخ ابوالقاسم جنید سے اور جنید نے سری سقطی سے اور سری سقطی نے شیخ معروف کرخی سے اور شیخ معروف کرخی نے داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے حبیب عجمی سے اور حبیب عجمی نے شیخ حسن بصری سے اور حسن بصری نے امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے پہنا اور مولےٰ مرتضیٰ علی نے سید المرسلین حبیب رب العالمین سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین سے لیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حق جل جلالہٗ وعم نوالہ سے لیا۔ (قلائد۔ صے ۴)

آپ کے علوم ظاہری و باطنی کی وسعت کا بیان ہو سکتا ہے۔ علامہ ابن جوزی[1] کے صاحبزادے شیخ ابو محمد یوسف ذکر کرتے ہیں کہ حافظ ابوالعباس

---

[1] امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد القرشی العتیمی الصدیقی البغدادی معروف

باقی صے ۴۶ پر

احمد بن احمد بغدادی بندلجی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز میں اور تیرے والد (ابن جوزی) سیّدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوئے قاری نے ایک آیت پڑھی۔ شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں ایک وجہ بیان فرمائی۔ میں نے تیرے والد سے پوچھا، کیا آپ کو یہ وجہ معلوم ہے وہ بولے ہاں پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے ایک اور وجہ بیان فرمائی۔ میں نے تیرے والد سے پوچھا۔ کہ مجھے یہ وجہ معلوم ہے۔ وہ بولے ہاں۔ اسی طرح ایک آیت کی تفسیر میں گیارہ وجہیں بیان فرمائیں اور میں ہر دفعہ تیرے والد سے پوچھتا جاتا تھا کیا آپ کو یہ وجہ معلوم ہے اور وہ کہے جاتے ہیں۔ ہاں۔ پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے گیارہ کے بعد ایک اور وجہ بیان فرمائی میں نے تیرے والد سے پوچھا، کیا آپ کو یہ وجہ بھی معلوم ہے۔ وہ بولے نہیں۔ اسی طرح شیخ رضی اللہ عنہ نے پوری چالیس وجہیں بیان فرمائیں اور ہر وجہ کو اس کے قائل کی طرف منسوب فرمایا اور تیرے والد کہتے جاتے

٭ ابن جوزی حدیث و تفسیر میں امام زمانہ تھا۔ جمال الحفاظ آپ کا لقب تھا۔ موضوعات۔ تلبس ابلیس منتظم فی تاریخ ادمم تلقیح فہوم الاثرۃ فی التاریخ والسیرۃ اور لفظ المنافع وغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ رمضان ۵۹۷ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا کہتے ہیں کہ مرتے وقت آپنے وصیت کی تھی کہ میں نے جن قلموں سے حدیث لکھی ہے ان کا تراشہ میرے حجرے میں ہے مرنے کے بعد جب مجھ کو نہلائیں تو غسل کے لئے اُس تراشہ سے پانی گرم کریں۔ چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا اور پانی گرم ہو کر کچھ تراشا بچ رہا۔

تھے، یہ وجہ مجھے معلوم نہیں اور وہ شیخ رضی اللہ عنہ کے علم کی وسعت پر تعجب کرتے تھے۔ پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اب ہم قال چھوڑ کر حال کی طرف آتے ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
یہ کلمہ شریف آپ کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا اور تیرے والد نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے (بہجہ ص ۱۱۸)

شیخ علی بن[۱] ابی نصر الہیتی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قبر[۲] مبارک کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ امام موصوف[۳] اپنی قبر سے نکلے اور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے سے

---

[۱] مشائخ عراق میں سے آپ جلیل القدر ولی اور قطب وقت تھے یہ قصبہ زیریران میں رہ جاتے تھے جو کوفہ کے راستے میں بغداد سے سات فرسنگ کے فاصلے پر ہے آپ صاحب کرامات و مقامات تھے۔ جمادی الاول ۵۶۴ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ زیریران میں آپ کے مرقد مبارک پر بڑا اونچا گنبد ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں اور نذریں چڑھاتے ہیں (معجم البلدان لیاقوت الحموی۔ تحت زیریران بہجہ ص ۵۳) ہمیت نواح بغداد میں انبار سے اوپر دریائے فرات کے کنارے پر ایک شہر ہے جہاں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ کذا فی معجم البلدان

[۲] امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک بغداد میں مقبرہ باب حرب میں واقع ہے جہاں حضرت بشر حافی اور ابو بکر خطیب وغیرہ بیشمار علماء صلحاء مدفون ہیں (معجم البلدان۔ تحت باب الحرب)

[۳] امام احمد بن حنبل شیبانی مروزی بغدادی صاحب مذہب ہیں ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے

لگایا اور خلعت پہنائی - اور فرمایا اے عبدالقادرؒ میں علم شریعت و علم حقیقت و علم حال و فعل حال میں تیرا محتاج ہوں - (بہجہ صہ ۱۱۹)
شیخ عمران کمیمانی اور شیخ بزار نے بغداد میں ۵۹۱ھ میں ذکر کیا کہ ہماری موجودگی میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو محی الدین کیوں کہتے ہیں - آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں جمعہ کے دن ۵۱۱ھ میں برہنہ پا سفر سے بغداد میں آیا - ایک لاغر بدرنگ بیمار پر میرا گذر ہوا - اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَبْدُ الْقَادِرُ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا - اس نے کہا میرے پاس آؤ - میں اس کے نزدیک گیا تو اس نے کہا مجھے بٹھاؤ میں نے اُسے بٹھایا - پس اُس کا جسم موٹا تازہ ہو گیا اور اس کی صورت اچھی ہو گئی اور رنگ صاف ہو گیا - یہ دیکھ کر میں اُس سے ڈر گیا - اُس نے کہا کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں ؟ میں نے کہا، نہیں - اس نے کہا " میں دین ہوں - میں مرا ہوا تھا - جیسا کہ آپ نے مجھے دیکھا، مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کے ذریعے مجھے زندہ کر دیا - آپ محی الدین ہیں - اس سے

تحصیل علم کے لئے کوفہ بصرہ ، مکہ مشرفہ ، مدینہ منورہ ، یمن - شام اور جزیرہ کا سفر اختیار کیا امام بخاری - امام مسلم، امام ابوزرعہ اور ابوداؤد سجستانی وغیرہ حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں امام شافعی کا قول ہے کہ میں نے بغداد میں فقہ ، ورع ، زہد اور علم میں امام احمد سے بڑھ کر کسی کو پیچھے نہیں چھوڑا - بہ قول امام ابوزرعہ آپ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں آپ کی مسند مطبوعہ مصر چھ جلدوں میں موجود ہے - ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں وفات پائی - آپ کے جنازے پر لاکھوں نے نماز پڑھی - (دیکھو - طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج السبکی - جزو اول صہ ۱۹۹)

رُخصت ہو کر میں جامع مسجد کو آیا۔ ایک شخص مجھ سے ملا، اس نے اپنا پاپوش میرے لئے اتار دیا اور کہا یا سیدی محی الدین۔ جب میں نماز جمعہ سے فارغ ہُوا تو لوگ میری طرف بھاگے۔ وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے اور کہتے تھے یا محیّ الدین۔ حالانکہ اس سے پہلے مجھے کبھی محیٔ الدّین نہ پکارا گیا تھا۔

(بہجہ۔ صفحہ ۵۴)

بشارات و اقوالِ مشائخ

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ میراں محی الدین عبد القادر جیلانی

کے کمالات کا اندازہ اُنہی مشائخ کرام کے اقوال سے ہو سکتا ہے جو بحرِ عرفان و ولایت کے شناور ہیں۔ اس قسم کے مشائخ بکثرت ہیں۔ مگر ہم بہ طور مشتے نمونہ از خروار صرف چند قول نقل کریں گے۔

شیخ ابو محمد شنبکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا شیخ ابو بکر بن ہوار البطائحی[1] کو سنا کہ فرماتے تھے، عراق کے اوتاد آٹھ ہیں

---

[1] شیخ ابو بکر کردوں کے قبیلہ ہوارین میں سے تھے۔ بطائح (سرزمین مابین بصرہ و واسطہ) میں رہا کرتے تھے وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ عراق میں مجدد طریق سلف تھے۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جن کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں خرقہ پہنایا۔ جب بیدار ہوئے تو خرقہ اپنے اوپر پایا۔ آپ کا قول ہے کہ جو شخص چالیس چہار شنبہ میری قبر کی زیارت کرے گا وہ اپنی قبر میں آگ سے نجات پائے گا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے اللہ عزوجل سے عہد لیا ہے کہ جو جسم میرے حرم یعنی تربت میں داخل ہوا سے آگ نہ جلائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ مچھلی اور گوشت جو آپ کی تربت شریف پر جائے وہ آگ سے روکتا ہے نہ بھنا جا سکتا ہے (بہجہ صہ ۱۳۱)

معروف کرخی - احمد بن حنبل - بشر حافی - منصور بن عمار جنید - سری - سہل بن عبداللہ تستری - عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین -

ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ عبدالقادر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا عجمی شریف ہیں، جن کا مسکین بغداد اور ظہور پانچویں صدی میں ہوگا اور وہ منجملہ صدیقین اوتاد افراد اعیان الدنیا اقطاب الارض ہوں گے (بہجہ ص ۱۳۴)

اسی طرح شیخ ابوبکر ایک روز اثنائے وعظ میں اولیائے کرام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ عراق میں ایک عجمی ظاہر ہوگا۔ اللہ اور بندوں کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہوگا۔ اس کا نام (سیدنا شیخ) عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) اور مسکن بغداد ہوگا۔ وہ یہ کہے گا قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) اور اُس وقت کے اولیاء اللہ اُس کے آگے سر جھکائیں گے۔ وہ اپنے وقت کا فرد ہوگا۔ (بہجہ۔ ص ۷)

شیخ عزاز[۵] مستودع بطائحی نے ۴۸۹ھ میں فرمایا کہ بغداد میں ایک عجمی نوجوان شریف (سیدنا شیخ) عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) نام داخل ہوا ہے، وہ

---

[۵] آپ مشہور مشائخ عراق میں سے ہیں۔ آپ سے جن ہمکلام ہوئے تھے۔ شیر و وحوش آپ سے انس رکھتے تھے اور پرندے آپ کی پناہ لیتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے انس رکھتا ہے، اُس سے سب چیزیں اُنس رکھتی ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے سب ڈرتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ کھجوروں کے باغ میں سے گزر رہے تھے کہ کھجوروں کو طبیعت چاہی۔ پس درخت خرما کی شاخیں اتنی جھک آئیں کہ آپ نے کھجوریں توڑ کر کھائیں۔ پھر شاخیں اپنی اصلی حالت پر ہوگئیں (بہجہ ص ۱۳۷)

عنقریب ہیبت ناک مقامات کی سیر کرے گا اس سے بڑی بڑی کرامتیں ظاہر ہوں گی۔ وہ حال پر غالب ہو گا۔ رفعت محبت میں بلند ہو گا۔ کچھ مدت کون اور مافی الکون اس کے سپرد ہوں گے۔ اُسے تمکین میں قدم راسخ اور حقائق میں ید بیضا حاصل ہو گا اور وہ ان ارباب مراتب میں سے ہو گا جو بہت سے اولیاء کو نصیب نہیں ہوئے (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۴۰)

شیخ منصور[۱] بطائحی کی مجلس میں سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا، تو آپ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں اُن کی ضرورت پڑے گی۔ عارفین میں ان کا مرتبہ بلند ہو گا اور ان کی وفات اس حال میں ہو گی کہ وہ اُس وقت میں روئے زمین پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے محبوب ہوں گے پس تم میں سے جو اُس وقت کو پائے اُسے چاہیئے کہ اُن کی حرمت کو ملحوظ رکھے اور ان کی تعظیم کرے (بہجۃ صفحہ ۱۴۲)

حضرت تاج العارفین ابوالوفاء محمد[۲] کاکیس ایک روز کرسی پر وعظ فرما رہے تھے کہ اتنے میں سیدنا عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) جو بغداد میں

---

[۱] آپ اکابر مشائخ عراق میں سے ہیں۔ صاحب کرامات تھے۔ تو آپ کی والدہ حمل میں نسبی رشتہ کے سبب شیخ ابو محمد شنبکی کے ہاں جایا کرتی تھیں۔ تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ سے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں اس بچے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا ہوں جو ان کے پیٹ میں ہے کیونکہ وہ بچہ مقربین اور اصحاب مقامات میں سے ہے (بہجۃ صفحہ ۱۴۰)

[۲] آپ عراق میں پہلے تاج العارفین ہیں۔ آپ کے مریدین میں سے چالیس بزرگ صاحب حال تھے

نووارد تھے آپ کی مجلس میں آئے۔ تاج العارفین نے سلسلہ کلام قطع کر دیا اور شیخ کے نکال دینے کا حکم دیا۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ تاج العارفین نے کلام شروع کیا۔ پھر حضرت شیخ رضی اللہ عنہ مجلس میں داخل ہوئے۔ تاج العارفین نے سلسلہ کلام قطع کر کے شیخ کے نکالنے کا حکم دیا۔ پس شیخ رضی اللہ عنہ نکال دیئے گئے۔ تاج العارفین کرسی سے اترے اور آپؒ سے معانقہ کیا اور حضورؒ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور حاضرین سے فرمایا کہ اے اہل بغداد اللہ کے ولی کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے جو ان کے نکالنے کا حکم دیا تھا وہ اہانت کے لئے نہ تھا بلکہ اس لئے کہ تم اس کو پہچان لو۔ معبود حقیقی کی عزت کی قسم کہ اس کے سر پر جھنڈے ہیں۔ جن کے پھریرے مشرق و مغرب سے تجاوز کر گئے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔

عبدالقادرؒ! اب وقت ہمارا ہے، یہ عنقریب تمہارا ہو جائے گا۔ عبدالقادرؒ! تجھے عراق عطا ہوا ہے۔ عبدالقادر! ہر ایک مرغ بانگ دیتا ہے پھر چپ ہو جاتا ہے۔ مگر تیرا مرغ قیامت تک بانگ دیتا رہے۔" پھر آپ نے اپنا سجادہ، قمیض، تسبیح، پیالہ اور عصا (سیدنا) غوث اعظمؒ

آپ کا قول ہے کہ انسان شیخ نہیں بن سکتا جب تک کہ کاف سے قاف تک نہ جان لے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کاف و قاف سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ اول کن کے ساتھ ابتدائے آفرینش سے لیکر مقام وقفوھم مسئولون تک جو کچھ کونین میں ہے سب پر اللہ تعالیٰ شیخ کو مطلع کر دیتا ہے ماہ ربیع الاول ۵۰۱ھ میں قلمینیا میں آپ کا وصال ہوا۔ (از بہجۃ الاسرار ص ۱۴۲)

کو عطا کیا۔ جب مجلس ختم ہوئی اور تاج العارفین کرسی سے اُترے تو اخیر پایہ پر بیٹھ گئے اور (سیدنا) شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ عبدالقادرؒ! جب تیرا وقت آئے تو اس پیری کو یاد کرنا، اور اپنی ڈاڑھی ہاتھ سے پکڑ لی (بہجہ ص ۱۴۴)

سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ تاج العارفین قدس سرہٗ کی زیارت کو اکثر قلمینیا میں آیا کرتے تھے۔ جب تاج العارفینؒ آپ کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور حاضرین سے فرمایا کرتے کہ اللہ کے ولی کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور بعض دفعہ آپ ملنے کے لئے چند قدم آگے بڑھتے اور کبھی فرماتے کہ جو شخص اس نوجوان کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ وہ اللہ کے ولی کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ جب بار بار تاج العارفین سے یہ امر ظہور میں آیا تو آپ کے اصحاب نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نوجوان کا ایک وقت ہے جب وہ آئے گا تو ہر خاص و عام اس کے محتاج ہوں گے۔ میں تو گویا دیکھ رہا ہوں کہ وہ بغداد میں علیٰ رؤس الاشہاد یہ کہہ رہا ہے اور وہ سچا ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ پس اس کے وقت میں اولیاء کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں گی۔ کیونکہ وہ اپنے وقت میں ان کا قطب ہوگا۔ اس لئے تم میں سے جو شخص اس وقت کو پائے۔ اُسے چاہئے کہ اُس کی خدمت کو لازم سمجھے۔ (بہجہ ص ۴)

شیخ ابوالنجیبؒ[1] عبدالقاہر سہروردیؒ کا بیان ہے کہ میں ۵۰۳ھ میں

---

[1] آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ جرجان کے قریب شہر سہرورد میں ۴۹۰ھ میں پیدا ہوئے ۵۶۳ھ مر

بغداد میں شیخ حماد دباسؒ کی خدمت میں تھا۔ ان دنوں میں سیّدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ آپ کی صحبت میں تھے۔ وہ آئے اور ادب سے شیخ حماد کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے اُٹھنے کے بعد شیخ حماد نے فرمایا اس عجمی کا وہ قدم ہے جو اپنے وقت میں اولیائے زمانہ کی گردنوں پر ہوگا اور وہ حکم سے کہے گا کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔" اور اس وقت کی اولیاء کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں گی۔ (بہجہ ص۵)

شیخ عقیل[۲] منبجی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اس وقت کا قطب

جوانی میں تحصیل علم کے لئے بغداد آئے۔ مدرسہ نظامیہ میں حدیث کے اُستاد تھے اور مفتی بھی تھے مفتی العراقین وقدوۃ الفریقین آپ کا لقب تھا۔ بغداد میں ۳۶۳ھ میں انتقال فرمایا اور دریائے دجلہ کے کنارے پل کہنہ کے متصل اپنے مدرسہ میں دفن ہوئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی آپ کے بھتیجے ہیں۔ عوارف المعارف میں ان سے بہت کچھ منقول ہے (بہجہ ص۲۳۳ معجم البلدان تحت لفظ سہروردی)

[۲] آپ مشائخ شام کے شیخ تھے۔ مقام منبج میں (جو حلب سے دس فرسنگ ہے) انچاس سال رہے اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کو طیار کہتے ہیں۔ کیونکہ جب آپ نے منبج سے بلادِ مشرق کو جانے کا ارادہ کیا تو اس کے منارے پر چڑھ کر لوگوں کو پکارا۔ وہ آپ کی طرف آئے تو آپ ہوا میں اڑے اور لوگ دیکھ رہے تھے۔ جب آپ کے پاس پہنچے تو آپ کو زمین پر لایا۔ آپ کو غواص بھی کہتے ہیں کیونکہ ایک دفعہ آپ اپنے پیر بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے شیخ مسلمہ کی زیارت کو نکلے۔ جب دریائے فرات پر پہنچے تو ہر ایک نے اپنا اپنا سجادہ سطح آب پر بچھا دیا اور دریا کو عبور کیا۔ مگر آپ

کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت کا قطب مکہ مشرفہ میں پوشیدہ ہے۔ اولیاء کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور عراق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہاں عنقریب ایک عجمی جوان شریف ظاہر ہوگا۔ جو بغداد میں لوگوں کو وعظ کرے گا۔ اور خاص و عام اس کی کرامت کو پہنچائیں گے۔ وہ اپنے وقت کا قطب ہوگا اور کہے گا۔" کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اولیاء اللہ اپنی گردنیں اس کے آگے جھکا دیں گے۔ اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو اپنا سر اس کے آگے جھکا دیتا۔ جو اس کی کرامت کی تصدیق کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اُسے نفع دے گا (بہجہ صہ ۵)

شیخ ابو احمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ الجونی الملقب بالحتی نے ۶۸ھ میں کوہ حردمیں اپنی خلوت میں فرمایا کہ سرزمین عجم میں عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کی کرامت کے سبب بڑی شہرت ہوگی۔ تمام اولیاء کے نزدیک اس کو قبولیت تامہ ہوگی۔ وہ کہے گا کہ" میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔" اس وقت کے اولیاء اس کے قدم کے نیچے ہوں گے۔ اس کے وجود سے اہل زمانہ شرف پائیں گے، جو اسکی زیارت کرے گا وہ نفع اٹھائے گا (بہجہ صہ ۷)

نے اپنے سجادہ پر بیٹھ کر دریا میں غوطہ لگایا اور دوسری طرف جا نکلے اور آپ کی کوئی چیز نہ بھیگی۔ جب آپ کے مرشد نے یہ ماجرا سُنا تو فرمایا کہ شیخ عقیل خواصین میں سے ہیں۔ آپ کی اور کرامات مشہور ہیں (بہجۃ الاسرار صہ ۱۴۸)

شیخ ابو القاسم عمر[۱] بن مسعود بن ابی العزیز کا بیان ہے کہ سیدی شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ اکثر شیخ عدی بن مسافر[۱] کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے اُن کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے اپنے شیخ سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ میں سفر طے کر کے کوہ ہکار میں آیا اور شیخ عدی کو بالس[۲] میں اپنے زاویہ میں کھڑا پایا مجھے دیکھ کر فرمانے لگے :۔ عمر! تو سمندر کو چھوڑ کر نہر کے پاس آیا ہے۔ عمر! شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ اس وقت تمام اولیا کی باگوں کے مالک اور تمام محبین کی سواریوں کے قائد ہیں۔ (بہجۃ الاسرار۔ ص ۱۵۳)

شیخ علی بن ابی نصر الہیتی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شیخ معروف[۳] کرخی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اے شیخ معروف[رض] آپ ایک درجہ

۱ے آپ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اکابر اصحاب میں سے ہیں۔ پہلے بزازی کی دوکان کیا کرتے تھے۔ پھر چھوڑ کر زاویہ نشین ہو گئے۔ بڑے مشہور تھے۔ لوگ نذریں لے کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ۱۷ رمضان ۵۵۸ھ میں آپ کا وصال ہوا (قلائد۔ ص ۱۲)

۲ے یہ شہر ملک شام میں دریائے فرات کے مغربی کنارے حلب و رقہ کے درمیان واقع ہے علامہ یاقوت لکھتے ہیں کہ دریائے فرات مشرق کو ہٹتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اب بالس سے چار میل مشرق کو ہے۔

۳ے ابو المحفوظ معروف بن فیروز الکرخی مشہور و معروف اولیائے کرام میں سے ہیں۔ مجاب الدعوات

ہم سے آگے ہیں۔ پھر دوسری بار جو زیارت کی اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ تو فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اے شیخ معروف ہم دو درجے آپ سے آگے بڑھ گئے۔ شیخ معروف نے قبر میں سے جواب دیا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا سَیِّدَ اَھْلِ الزَّمَانِ۔ (بہجہ صـ۲۳)

اسی طرح دیگر اولیائے کرام نے آپ کی شان میں الفاظ ذیل استعمال کئے ہیں۔

ریحانۃ اسرار الاولیاء فی ھذا الزمان واقرب اھل الارض الی اللہ واحبھم الیہ فی ھذا العصر۔ (بہجہ۔ صـ۱۶۲)

ریحانۃ اللہ فی الارض (بہجہ۔ صـ۱۶۵)

امام اھل الارض (بہجہ صـ۱۶۷)

فرد الاحباب وقطب الاولیاء فی ھذا الوقت (بہجہ۔ صـ۱۷۳)

من صدور اھل حضرۃ القدس (بہجہ صـ۱۸۰)

تھے امام داؤد طائی کی صحبت میں رہے۔ شیخ سری سقطی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ مرض موت میں آپ سے کہا گیا کہ کچھ وصیت فرمائیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میری قمیص تصدق کر دی جائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے ننگا جاؤں جس طرح ننگا تھا۔ بغداد میں ۲۰۰ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں کرخ میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار معروف ہے۔ اہل بغداد طلب باراں کیلئے آپکے مزار مبارک سے توسل کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ معروف کی قبر تریاق مجرب ہے
دیکھو طبقات کبری الشعرانی جز اوّل صـ۶۱ حیواۃ الحیوان جز ثانی صـ۱۱۵ معجم البلدان لفظ کرخ بغداد۔

سیّد الاولیاء والمقربین فی ھذا حین (بہجہ - ص۱۸۳)

امام الصدیقین وحجۃ اللہ علی العارفین (بہجہ ص۱۹۰)

خیر اھل الارض فی ھذا الوقت (بہجہ ص۱۹۶)

قائد رکب المحبین وقدوۃ السالکین (بہجہ ص۱۹۸)

اکمل اولاولیاء واورع العلماء واعلم العارفین وامکن المشائخ (بہجہ ص۲۱۳)

سید المحققین (بہجہ ص۲۲۱) احد اعیان الدنیا واحد افراد الاولیاء (بہجہ ص۲۳۲)

خیر الناس فی زماننا ھذا وسلطان الاولیاء وسید العارفین فی وقتنا ۔ (بہجۃ الاسرار ص۲۳۳)

اس بیان کو ایک عبرت انگیز واقعہ پر ختم کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے ۔ کہ ابو سعید عبداللہ محمد بن ہبۃ اللہ تمیمی شافعی نے ۵۸۰ھ میں جامع دمشق میں بیان کیا کہ میں جوانی میں تحصیل علوم کے لئے بغداد گیا ۔ وہاں مدرسۂ نظامیہ میں ابن السقا میرا رفیق تھا ۔ ہم عبادت کیا کرتے تھے اور صالحین کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ان دنوں میں بغداد میں ایک شخص تھا جسے غوث کہا کرتے تھے اس کی نسبت یہ مشہور تھا کہ وہ جب چاہے ظاہر ہو جاتا ہے اور جب چاہے غائب ہو جاتا ہے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی وہیں تعلیم پاتے تھے ۔ ایک روز ہم تینوں اُس غوث کی زیارت کے لئے گئے راستے میں ابن السقا نے کہا میں اُس غوث سے آج ایک مسئلہ پوچھوں گا ۔ جس

کا جواب وہ نہ دے سکے گا۔ میں نے کہا۔ میں بھی ایک مسئلہ دریافت کروں گا
تاکہ دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے۔ سیّدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ
نے کہا، اللہ کی پناہ کہ میں اس کے سامنے اس سے کچھ پوچھوں۔ میں تو اس
کی زیارت کی برکات کا منتظر رہونگا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس غوث کو
مکان میں نہ پایا اس لئے ہم تھوڑی دیر ٹھہرے۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ
بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے ابن السقا کیطرف غصہ سے نگاہ کی اور کہا اے
ابن السقا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے
کہ جس کا جواب مجھے نہ آئے۔ وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ میں
دیکھتا ہوں کہ تجھ میں کفر کی آگ شعلہ زن ہے۔ پھر اس غوث نے میری طرف
دیکھ کر فرمایا اے عبداللہ کیا تو مجھ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے تاکہ دیکھے
میں کیا جواب دیتا ہوں۔ وہ مسئلہ یہ ہے اور اُس جواب یہ ہے تیری بے ادبی
کے سبب تجھ پر دنیا تیرے کانوں کی لَو تک گرے گی۔ پھر اُس نے (سیّدنا)
شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی طرف نگاہ کی۔ اُسے اپنے پاس بٹھایا۔ اس
کی عزت کی اور فرمایا، اے عبدالقادرؓ تو نے اپنے ادب سے اللہ اور رسولؐ کو
راضی کر لیا۔ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد میں مجمع میں کرسی پر بیٹھا ہوا وعظ
کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔" میں گویا
تیرے وقت کے اولیاء کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے تیری عظمت کے آگے
اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ غوث اُسی وقت ہم سے غائب ہو گیا
اور ہم نے پھر اُسے نہیں دیکھا۔ مگر اس کے ارشاد کے مطابق سیّدنا شیخ عبدالقادرؒ

کے لئے قرب الٰہی کی علامت ظاہر ہوئی - خاص و عام اس پر جمع ہوئے اور آپؓ نے فرمایا کہ "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" اور اس وقت کے اولیا نے آپؓ کی افضلیت کو تسلیم کر لیا -

ابن السقا علوم شرعیہ میں مشغول ہوا یہاں تک کہ ان میں ماہر ہو گیا اور اپنے زمانے کے بہت سے لوگوں سے سبقت لے گیا اور تمام علوم میں مناظرہ میں مخالف کو ساکت کرنے میں مشہور ہو گیا - چونکہ فصیح اور صاحب عظمت بھی تھا - اس لئے خلیفہ وقت نے اُسے اپنا مقرب بنا لیا اور شاہ روم کیطرف قاصد بنا کر بھیجا شاہ مذکور نے اُسے صاحب فنون و فصاحت وسمت پایا اور اس سے خوش ہوا - اور عیسائی مذہب کے علماء اور پادریوں کو مناظرہ کے لئے جمع کیا - ابن السقا نے مناظرہ میں سب کو ساکت کر دیا اس لئے وہ شاہ روم کی نظر میں بزرگ ہو گیا - پھر اس نے بادشاہ کی لڑکی جو دیکھی تو اُس پر عاشق ہو گیا - اور بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیا جائے - شاہ روم نے کہا تمہارے عیسائی ہوئے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا - اس لئے ابن السقا عیسائی ہو گیا - بادشاہ نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی تب ابن السقا کو اس غوث کا قول یاد آیا اور وہ سمجھ گیا کہ اسی کے سبب میں اس مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں -

رہا میں - سو میں دمشق میں آیا اور سلطان نور الدین شہید نے مجھے بُلایا اور اوقاف کا حاکم بنا دیا - پس ہر طرف سے دنیا مجھ پر ٹوٹ پڑی - اس طرح ہم تینوں کی نسبت جو کچھ اس غوث نے فرمایا تھا، وہ بالکل سچ نکلا (بہجۃ حنہ)

واقعہ مذکورۂ بالا کو نقل کر کے شیخ ابن حجر مکی یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وفی هذه الحکایة التی کادت ان تتواتر فی المعنی لکثرة ناقلیها وعدالتهم فیها ابلغ زجر وآکد ردع عن الانکار علی اولیاء الله تعالیٰ خوفا من ان یقع المنکر فیما وقع فیه ابن السقا من تلک الفتنة المهلکة الابدیة التی لا اقبح منها ولا اعظم منها نعوذ بالله من ذلک ونسالة بوجهه الکریم وحبیبه الرؤف الرحیم ان یومننا من ذلک ومن کل فتنة ومحنة بمنه وکرمه وفیها ایضا لتحث علی اعتقادهم والادب معهم وحسن الظن بهم ما امکن (فتاوی حدیثیہ مطبوعہ مصر ص۲۳۲)

ترجمہ:۔ اس حکایت میں جو ناقلین عادلین کی کثرت کے سبب معنی کی رو سے متواتر ہے، اولیاء اللہ سے انکار پر بڑی زجر و توبیخ ہے کہ مبادا منکر اولیاء اللہ ابن السقا کی طرح ابدی ہلاکت کے فتنہ میں مبتلا ہو کہ جس سے بدتر اور بزرگتر کوئی فتنہ نہیں۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور اس کی ذات کریم اور اس کے رؤف و رحیم حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اپنے احسان و کرم سے ہمیں اس سے اور ہر ایک فتنہ اور بلا سے امن میں رکھے اور نیز اس حکایت میں اس امر کی بڑی ترغیب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اولیاء اللہ کی نسبت حسنِ اعتقاد اور حسنِ ظن رکھنا چاہیے اور ان کا ادب کرنا چاہیے۔ انتہیٰ

وعظ تدریس و افتاء

جب حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم ظاہری و باطنی سے متحلے ہوئے، تو وعظ و تدریس پر مامور ہوئے۔ آپ کی پہلی مجلس وعظ حلبہ[1] برانیہ میں ماہ شوال ۵۲۱ھ میں منعقد ہوئی۔ چنانچہ آپ نے ۵۵۳ھ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے اپنے وعظ کی ابتدا یوں بیان فرمائی کہ میں نے بروز سہ شنبہ ۱۶ شوال ۵۲۱ھ ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے! تو وعظ کیوں نہیں کرتا؟ میں نے عرض کی، آبا جان! میں اعجمی (غیر فصیح) ہوں۔ بغداد میں فصحائے عرب کے سامنے کس طرح کلام کروں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا منہ کھول۔ میں نے منہ کھولا، تو حضورؐ نے سات بار لعاب دہن میرے مُنہ میں ڈالا اور مجھ سے فرمایا کہ لوگوں کو وعظ کر اور حکمت و موعظہ حسنہ سے اپنے رب کے راستے کی طرف بُلا۔ پس میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھ گیا۔ بہت سے لوگ میرے پاس آئے، میں گھبرا گیا۔ پس میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مجلس میں اپنے آگے کھڑے دیکھا حضرت مولیٰ مرتضٰے نے فرمایا اے میرے بیٹے! تو وعظ کیوں نہیں کرتا؟ میں نے کہا۔ آبا جان! میں گھبرا گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنا منہ کھول۔ میں نے مُنہ کھولا۔ تو آپ نے چھ بار اپنا لعاب دہن میرے مُنہ میں ڈالا

---

[1] بغداد کے مشرق میں باب الازج کے متصل ایک بڑا حلبہ ہے۔

میں نے عرض کی پورے سات بار کیوں نہیں ڈالتے؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ادب کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر مولے مرتضٰی کرم اللہ وجہہ مجھ سے غائب ہو گئے اور میری زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ غتواص[1] الفکر یغوص فی بحر القلب ددا المعارف فیستخرجھا الیٰ ساحل الصدد فینادی علیھا سمسار ترجمان اللسان فتشتری بنفائس اثمان حسن الطاعۃ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع۔

کہتے ہیں کہ یہ پہلا کلام ہے جو کرسی پر لوگوں کے آگے شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زبان مبارک سے نکلا۔ (بہجہ صـ۲۶)

تھوڑے عرصے میں آپ کے وعظ میں لوگ بکثرت شامل ہونے لگے جب باب الحلبہ کے مصلے میں گنجائش نہ رہی۔ تو آپ کی کرسی شہر کے باہر عید گاہ میں لے گئے وہاں بھی لوگ جوق درجوق شوق سے گھوڑوں، خچروں گدھوں اور اونٹوں پر آیا کرتے تھے۔ حاضرین مجلس کی تعداد تقریباً ستر ہزار ہوا کرتی تھی (بہجہ صـ۹۲)

آپ کی مجلس میں اکابر مشائخ عراق و علمائے کرام و مفتیان عظام کے علاوہ ملائکہ و جن وغیرہ، رجال غیب بکثرت حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب آپ

---

[1] ترجمہ۔ فکر کا غواص دل کے سمندر میں معرفتوں کے موتیوں کے لئے غوطہ لگاتا ہے۔ پس اُنکو سینے کے ساحل کیطرف نکالتا ہے۔ پس ترجمان دل کا دلال ان پر بولی دیتا ہے۔ پس وہ اُن گھروں میں کہ جن کے بلند کرنیکا اللہ نے حکم دیا ہے حسن طاعت کے اچھے مول پر بکتے ہیں۔

کرسی پر رونق افروز ہوتے تو آپ کی ہیبت سے کوئی شخص لعاب دہن نہ پھینکتا، نہ ناک صاف کرتا، نہ کلام کرتا اور نہ اٹھ کر وسط مجلس میں جاتا۔ حاضرین پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی۔ یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کی مجلس میں دور و نزدیک بیٹھنے والے آپ کی آواز یکساں سنتے تھے۔ آپ اہل مجلس کے خطرات قلبی کے موافق کلام فرماتے تھے۔

چنانچہ عالم زاہد ابوالحسن سعد الخیر انصاری اندلسی کا بیان ہے کہ میں ۵۲۹ھ میں سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور میں اخیر کی صفوں میں تھا۔ آپ زہد پر کلام فرما رہے تھے میں نے دل میں کہا۔ کاش آپ معرفت پر کلام کریں پس آپ نے زہد کو چھوڑ کر معرفت پر وہ تقریر فرمائی کہ میں نے کبھی نہیں سنی۔ پھر میرے دل میں آیا کاش آپ شوق پر کلام کریں۔ پس آپ نے معرفت کو چھوڑ کر شوق پر وہ تقریر فرمائی کہ میں نے ایسی نہیں سُنی۔ پھر میرے دل میں خیال آیا، کاش آپ علم فنا و بقا میں گفتگو کریں۔ پس آپ نے شوق کو چھوڑ کر فنا و بقا پر وہ تقریر کی کہ میں نے اس کی مثل نہیں سنی۔ پھر میرے جی میں آیا۔ کاش آپ علم غیب و حضور میں کلام کریں۔ پس آپ نے فنا و بقا کو چھوڑ کر علم غیب و حضور میں ایسی تقریر کی کہ اس کی مثل میں نے نہیں سنی۔ پھر آپ نے فرمایا ابوالحسن! یہ تجھے کافی ہے میں سُنکر اپنے آپے میں نہ رہا اور میں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ (بہجہ صد ۹۴)

شیخ ابو سعد قیلوی ذکر کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

۵ آپ مشہور مشائخ عراق میں سے ہیں صاحب خوارق و کرامات اور معارف و مقامات تھے۔ آپ اُن چار

اور دیگر انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو کئی دفعہ سیدنا شیخ عبد القادرؒ کی مجلس میں دیکھا ہے۔ کیوں کہ آقا غلام کو اپنی آمد سے عزت بخشتا ہے۔ اور انبیائے کرام کی روحیں زمین و آسمان میں اس طرح پھرتی ہیں جیسے دنیا میں ہوائیں چلتی ہیں اور جن و رجال الغیب آپ کی مجلس کی طرف مسابقت کرتے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام اکثر آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ جو شخص فلاح چاہے، اس پر اس مجلس کی ملازمت واجب ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو عبداللہ عبدالوہاب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار ہفتہ میں تین بار وعظ فرماتے تھے۔ جمعہ کی صبح اور سہ شنبہ کی شام کو مدرسہ میں اور یک شنبہ کی صبح کو رباط (خانقاہ) میں۔ اور آپ کی مجلس میں علماء و فقہا و مشائخ وغیرہم حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک چالیس سال لوگوں کو وعظ فرمایا اور ۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک تینتیس سال اپنے مدرسے میں تدریس و فتاویٰ کا کام سرانجام دیا۔ آپ کی مجلس میں دو شخص ترتیل و تجوید سے الحان کے بغیر پڑھا کرتے تھے اور شریف ابوالفتح ہاشمی بھی آپ کی مجلس کے قاری تھے اور

بزرگوں میں سے ہیں جو کوڑھیوں اور مادرزاد اندھوں کو اچھا کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے بغداد کے قریب قریہ قیلویہ میں رہا کرتے تھے۔ وہیں قریباً ۵۵۶ھ میں انتقال فرمایا (بہجہ ص ۱۶۱) وہ چار بزرگ یہ ہیں۔ سیدنا شیخ میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی۔ شیخ علی بن ابی نصر الہیتی شیخ بقا بن بطو۔ شیخ ابو سعد قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بہجہ ص ۱۵۳)

دو تین شخص آپ کی مجلس میں مر جایا کرتے تھے آپ جو کچھ مجلس میں فرماتے وہ چار سو عالم وغیرہ کی دواتوں سے لکھا جاتا تھا۔ اور آپ بہت دفعہ مجلس میں لوگوں کے سروں پر کئی قدم ہوا میں چلتے اور پھر اپنی کرسی کی طرف لوٹ آتے۔ (بہجہ ص ۹۵)

آپ کے خادم ابو محمد عبد اللطیف معروف بہ خطاب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے کہ چند قدم ہوا میں اُڑنے اور فرمایا، اے اسرائیلی ٹھہر، محمدی کا کلام سن جا۔ پھر آپ اپنی جگہ آ گئے۔ آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ابو العباس خضر علیہ السلام ہماری مجلس پر سے تیزی سے گزر رہے تھے۔ اس لئے میں نے ان کے پاس جا کر وہ بات کہی جو تم نے سن لی۔ پس وہ ٹھہر گئے۔ (بہجہ ص ۴۷)

آپ کی مجلس مبارک کی برکات احاطہ بیان سے خارج ہیں۔ شیخ ابو حفص عمر بن حصین الطیبی ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے عمر! میری مجلس سے الگ نہ رہا کر۔ کیونکہ اس میں خلعتیں تقسیم ہوتی ہیں اور افسوس ہے اس پر جس کے ہاتھ وہ نہ آئیں۔ اس پر کچھ مدت گزر گئی۔ ایک دن میں مجلس میں تھا کہ نیند نے مجھ پر غلبہ کیا اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے سرخ و سبز خلعتیں اُتر رہی ہیں اور اہل مجلس پر گر رہی ہیں۔ چونک کر میں نے آنکھیں کھولیں اور کود پڑا کہ لوگوں کو بتاؤں، مگر شیخ رضی اللہ عنہ نے پکار کر فرمایا۔ بیٹیا! چپ رہ ؎ شنیدہ کے بود مانند دیدہ (بہجہ۔ ص ۹۳)

یہی شیخ ابوحفص عمر ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بلور کی قندیل کی مانند ایک چیز آسمان سے اُتری۔ یہاں تک کہ شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مُنہ مبارک کے قریب ہوگئی۔ پھر لوٹ آئی اور جلد آسمان پر چڑھ گئی۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ کثرت تعجب سے میں بے اختیار اُٹھا کہ لوگوں کو بتاؤں، مگر آپ نے مجھے روک دیا اور فرمایا، بیٹھ جا۔ ہمنشین صاحب امانت ہوتا ہے۔ یہ سُن کر میں بیٹھ گیا اور شیخ رضی اللہ عنہ کی حیات میں یہ بات کسی سے ظاہر نہ کی۔ (بہجہ صد ۹۴)

شیخ عمر کیمیاتی فرماتے ہیں کہ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی کہ جس میں کوئی یہود و نصرانی اسلام نہ لائے اور کوئی فاسق رہزنی اور قتل وغیرہ سے تائب نہ ہوا اور کوئی رافضی وغیرہ اپنے عقیدہ باطلہ سے رجوع نہ کرے۔

ایک دن ایک راہب آپ کے پاس آیا اور مجلس میں آپ کے دست مبارک پر اسلام سے مشرف ہوا۔ اُس نے کہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ میرے دل میں اسلام کا شوق پیدا ہُوا۔ اور میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ جو شخص میرے گمان میں اہل یمن میں سے سب سے نیک ہو اس کے ہاتھ پر اسلام لاؤں۔ میں اسی فکر میں بیٹھ گیا اور مجھے نیند آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسٰی بن مریم صلوٰت اللہ علیہ مجھ سے فرما رہے ہیں۔ اے سنان! بغداد میں جا کر (سیدنا) شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو جا۔ کیونکہ اس وقت وہ خیر اہل الارض ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ مجلس وعظ میں تیرہ عیسائی آپ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان عیسائیوں نے کہا کہ ہم مغرب کے رہنے والے ہیں۔ ہم مسلمان ہونا چاہتے تھے، مگر متردد تھے کہ کس کے ہاتھ پر ایمان لائیں۔ پس ایک ہاتف نے ہم سے کہا۔ اے فلاح پانے والے سوارو! بغداد میں جاؤ اور وہاں (سیدنا) شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لاؤ۔ کیونکہ ان کی برکت سے تمہارے دل میں وہ ایمان ڈالا جائے گا کہ کہیں تمہیں میسّر نہ آئے گا۔ اس طرح پانسو سے زائد یہود و نصاریٰ آپ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ایک لاکھ سے زیادہ چور اُچکے وغیرہ فاسق تائب ہوئے (بہجہ ص۹۶)

شیخ ابوالعباس احمد بن یوسف لخمی نہر ملکی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ بقا[۵] بن بطو کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ میں ایک دفعہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ جب آپ منبر کے دوسرے پایہ پر وعظ فرما رہے تھے، تو میں نے دیکھا کہ پہلا پایہ حد نگاہ تک وسیع ہو گیا۔ جس پر سبز سندس کا فرش بچھ گیا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم جلوہ افروز ہوئے اور حق سبحانہ نے سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے دل پر تجلی فرمائی۔ پس آپ ایک طرف کو مائل ہوئے یہاں تک کہ گرنے

---

[۵] آپ مشہور و معروف مشائخ عراق میں سے ہیں۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ نہر الملک کے علاقہ میں قریہ انبوس میں رہا کرتے تھے۔ وہیں قریباً اسی سال کی عمر میں ۵۵۳ھ میں انتقال فرمایا (بہجہ ص۱۵۹)

لگے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرنے سے بچا دیا۔ پھر آپ کا جثہ گھٹ گیا یہاں تک کہ چڑیا کی مانند ہو گیا اور پھر بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ ڈراؤنی صورت ہو گیا، پھر یہ سب میری نظر سے غائب ہو گیا۔ ابو العباس کا بیان ہے کہ پھر شیخ بقا سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی رویت کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی روحیں متشکل ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسی قوت دی ہے کہ جس سے وہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالےٰ ان کی رویت کی قوت بخشتا ہے

وہ ان کو اجساد کی صورت اور اعیان کی صفات میں دیکھتا ہے اور اس کی دلیل حدیث معراج ہے۔ جب اُن سے سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے بڑھنے کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ پہلی تجلی ایسی صفت کے ساتھ تھی۔ کہ جس کے آگے بجز تائید نبوی کوئی ثابت نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے اگر رسول اللہ علیہ وسلم نہ تھامتے تو شیخ رضی اللہ عنہ گر جاتے۔ دوسری تجلی بہ لحاظ موصوف جلال کی صفت کے ساتھ تھی۔ اسی واسطے آپ کا جثہ گھٹ گیا۔ اور تیسری تجلی مشاہدہ کے لحاظ سے جمال کی صفت کے ساتھ تھی اسی واسطے آپ کا جثہ بڑھ گیا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔ (بہجہ ص۹۷)

ایک روز حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں قریبًا دس ہزار لوگ

جمع تھے۔ شیخ علی بن ابی نصر الہیتی آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو نیند آگئی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ چپ ہو جاؤ۔ پس وہ ایسے چپ ہوئے کہ گویا ان کے سانسوں کے سوا کسی اور چیز کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ پھر حضرت حضور غوث پاک رض منبر پر سے اُترے شیخ علی کے آگے ادب سے کھڑے ہو گئے اور اُن کی طرف دیکھنے لگے پھر شیخ علی جاگ اُٹھے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ شیخ نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی میں نے ادب کیا تھا۔ پھر حضرت غوث پاک رضی اللہ علیہ نے پوچھا کہ جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیہ والصلوٰۃ نے آپ کو کیا وصیت فرمائی۔ شیخ علی نے جواب دیا کہ آپ کی خدمت اقدس میں رہنے کی۔ راوی کا قول ہے کہ پھر شیخ علی سے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قول (جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی میں نے ادب کیا تھا) کے معنے دریافت کئے گئے تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا، مگر حضرت غوث رضی اللہ عنہ نے حضور کو حالتِ بیداری میں دیکھا۔ اُس دن سات شخصوں نے انتقال فرمایا۔ ان میں بعض تو مجلس ہی میں انتقال کر گئے اور بعض کو بے ہوشی کی حالت میں گھر لے گئے۔ جہاں اُسی دن اُن کا انتقال ہو گیا۔ (بہجہ صہ ۲۶)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس کی برکتیں حاضرین تک

ہی محدود نہ تھیں، بلکہ اولیائے وقت مسافت بعید سے آپ کے انفاس قدسیہ سے فیض اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن الازہری الحسینی بیان کرتے ہیں کہ مشائخ میں سے جو بغداد آتے، وہ حضرت غوث اعظمؓ کی مجلس میں ضرور حاضر ہوتے اور مجھے معلوم نہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن[1] طفسونجی بغداد میں آئے ہوں۔ مگر میں نے ان کو کئی بار طفسونج میں دیکھا ہے کہ دیر تک خاموش رہتے اور فرماتے کہ میں اس لئے چپ ہوں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا کلام مبارک سنوں۔ اسی طرح میں نے شیخ عدی بن مسافر کو کئی دفعہ بالس میں دیکھا ہے کہ آپ اپنے حجرے سے نکل کر پہاڑ میں چلے جاتے اور اپنے عصا سے ایک دائرہ کھینچ کر اس میں داخل ہو جاتے اور فرماتے کہ جو شخص سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا کلام سننا چاہے وہ اس دائرے کے اندر آجائے۔ پس آپ کے اصحاب کبار اس میں داخل ہوتے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا کلام سُنتے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص شیخ عدی کی تقریر کو بقید تاریخ و ماہ قلم بند کر لیتا۔ پھر بغداد میں آکر اس کا مقابلہ اس تحریر سے کرتا جو اہل بغداد نے اُسی دن شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سن کر لکھی ہوتی تو دونوں کو بالکل یکساں پاتا۔ اور جس وقت شیخ عدی

---

[1] مشہور مشائخ عراق میں سے ہیں۔ صاحب کرامات اور کثیر الاخبار بالمغیبات اور مجاب الدعوات تھے۔ طفسونج میں جو عراق کا ایک شہر ہے رہا کرتے تھے وہیں آپ کا مزار مبارک ہے (بہجہ ص ۱۵۶)

دائرے میں داخل ہوتے تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے حاضرین مجلس سے فرماتے کہ شیخ عدی بن مسافر بعینہٖ تم میں ہیں۔ (بہجہ۔ صف۹)

شیخ محمود[۱] بن احمد الکردی الحمیدی الجیلانی البغدادیؒ نے ۶۲۰ھ میں بغداد میں اور شیخ محمد[۲] بن علی السبکی نے ۶۲۱ھ میں قاہرہ میں اور فقیہہ ابو محمد الحسن البغدادی نے قاہرہ میں اور شیخ ابو محمد عبد اللہ البغدادی اور شیخ ابو بکر عبد اللہ بن نصر التمیمی البکری البغدادی نے ۵۶۴ھ میں بغداد میں اور حافظ ابو العز عبد المغیث البغدادی الحنبلی نے ۵۷۳ھ میں بغداد میں بیان کیا کہ ہم بغداد میں محلہ حلبہ میں شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں آپ کی مجلس میں حاضر تھے اور اسی وقت مجلس مشائخ ذیل بھی شامل تھے۔

شیخ علی بن ابی نصر الہیتی زریرانی۔ شیخ بقا بن بطو نہر ملکی۔ شیخ ابو سعد قیلوی۔ شیخ موسےٰ زولی۔ شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی شیخ ابو الکرم المعمر۔ شیخ ابو العباس احمد بن علی جوسقی صرصری۔ شیخ ماجد الکردی شیخ ابو حکیم بن ابراہیم نہروانی۔ شیخ عثمان بن مرزوق قرشی۔ شیخ مکارم الاکبر۔ شیخ مطر الباذرانی شیخ جاکیر۔ شیخ خلیفہ بن موسےٰ الاکبر۔ شیخ صدقہ بن محمد بغدادی۔ شیخ یحییٰ بن محمد مرتعش شیخ ضیاء الدین ابراہیم جونی۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد دریامی قرشی۔ شیخ عثمان بن مرزوق بطائحی۔ شیخ قضیب البان

---

[۱] روایت کے وقت یعنی ۶۲۰ھ میں آپ کی عمر ایک سو تیس[۱۲۰] سال سے زیادہ تھی (کذا فی البہجہ)

[۲] ۶۲۱ھ میں آپ کی عمر سو سال سے زائد تھی (کذا فی البہجہ)

موصلی۔ شیخ ابوالعباس احمد معروف بالیمانی۔ شیخ ابوالعباس احمد قرشی اور ان کے شاگرد شیخ داؤد۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ عراقی معروف بالخاص شیخ عثمان بن احمد عراقی معروف بالشوکی۔ شیخ سلطان بن احمد مزین۔ شیخ ابوبکر بن عبدالحمید شیبانی معروف بالجباری۔ شیخ ابوالعباس احمد بن الاستاد۔ شیخ ابومحمد احمد بن عیسیٰ معروف بالکوسجی۔ شیخ مبارک بن علی الجمیلی۔ شیخ ابوالبرکات ابن معدان عراقی۔ شیخ عبدالقادر بن حسن بغدادی۔ شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حزیمی عطار۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی المعالی۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز۔ شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی۔ شیخ محمود بن عثمان فعال۔ شیخ ابوحفص عمر بن ابی نصر غزالی۔ شیخ ابومحمد حسن فارسی بغدادی شیخ ابومحمد حسن فارسی بغدادی۔ شیخ ابومحمد علی بن ادریس یعقوبی۔ شیخ ابوحفص عمر کیمیاتی۔ شیخ عیاد البوب۔ شیخ مظفر حمال۔ شیخ ابوبکر حمامی معروف بالمزین۔ شیخ جلیل صاحب الخطوة والزعفہ۔ شیخ عثمان طرالفینی شیخ ابوالحسن جوسقی معروف بابی عواجا۔ شیخ ابومحمد عبدالحق حزیمی۔ شیخ ابویعلی محمد بن محمد الفراء وغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

اس مجلس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اثنائے وعظ میں فرمایا کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے"، یہ سن کر شیخ علی ابن ابی نصر الہیتی اٹھے اور منبر پر چڑھ کر سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا اور حضرت کے دامن کے نیچے ہو گئے۔ اسی طرح تمام حاضرین نے اپنی اپنی گردنیں آگے بڑھائیں۔ (بہجہ صـ۸)

حاضرین مجلس کے علاوہ دیگر اولیائے کرام نے بھی اپنی اپنی جگہ اسی وقت گردنیں جھکا دیں۔ چنانچہ شیخ احمد بن رفاعی نے اپنے زاویہ واقع ام عبیدہ میں۔ شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی نے طفسونج میں۔ شیخ محمد بن موسےٰ بن عبداللہ بصری نے بصرہ میں۔ شیخ حیات بن قیس حرانی نے حرّان[1] میں۔ شیخ سوید سنجاری نے سنجار[2] میں۔ شیخ رملان دمشقی نے دمشق میں۔ شیخ ابومدین نے مغرب میں۔ شیخ عبدالرحیم قناوی نے قنا میں اور شیخ عدی بن مسافر نے بالس میں اسی تاریخ کو اُسی وقت اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔ (بہجہ ص۱۳ تا ۱۷)

غرض تین سو تیرہ اولیاء اللہ نے دنیا کے مختلف مقامات میں سیّدنا حضرت غوث اعظم کے اس ارشاد پر اپنی گردنیں جھکا دیں، ان کی تفصیل یوں ہے۔

حرمین شریفین	۱۷	عراق	۶۰
عجم	۴۰	شام	۳۰
مصر	۲۰	مغرب	۲۷
یمن	۲۳	حبشہ	۱۱
سد یاجوج و ماجوج	۷	وادی سراندیپ	۷
جبل	۴۷	جزائر بحر محیط	۲۴

بہجہ منا

---

[1] حرّان موصل و شام کے راستے میں رقہ سے جو دریائے فرات پر ہے تین دن کے راہ ہے (کذا فی معجم البلدان)

[2] سنجار مشہور شہر ہے جو موصل سے تین دن کی راہ ہے (کذا فی معجم البلدان)

شیخ ابو سعد قیلوی کا قول ہے کہ جب سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو حق عزّ وجل نے ان کے دل پر تجلی فرمائی اور ملائکہ مقربین کی ایک جماعت کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آپ کے پاس ایک خلعت آئی جو تمام اولیاء کے سامنے آپ کو پہنائی گئی جو اولیاء اللہ بقید حیات تھے وہ اپنے اجساد کے ساتھ اور جو وصال پا چکے تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ حاضر تھے اور فرشتے اور رجال غیب آپ کی مجلس کو گھیرے ہوئے ہوا میں صف بستہ کھڑے تھے۔ حتیٰ کہ افق ان سے بھرا ہوا تھا۔ اور روئے زمین پر کوئی ولی نہ رہا کہ جس نے اپنی گردن نہ جھکائی ہو (بہجہ ص۸)

شیخ عدی بن ابی البرکات صخر بن مسافر سے روایت ہے کہ میرے باپ صخر نے کہا کہ میں نے اپنے چچا عدی بن مسافر سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے یوں کہا ہو کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس قول کے کیا معنے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس قول سے ظاہر ہے کہ شیخ اپنے وقت کے فرد تھے۔ میں نے کہا، کہ ہر وقت کا ایک فرد ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں مگر سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو امر نہیں کیا گیا کہ یہ قول کہے۔ میں نے کہا کیا شیخ رضی اللہ عنہ کو اس قول کا امر ہوا تھا آپ نے جواب دیا۔ بے شک شیخ کو امر ہوا تھا اور امر ہی کی وجہ سے سب نے ان کے آگے گردنیں جھکا دیں جس طرح فرشتوں

نے امر کے سبب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا۔ (بہجہ ص۱۱)

شیخ ابوالفضل احمد بن صالح بن شافع الجیلی ذکر کرتے ہیں کہ میں مدرسہ نظامیہ میں سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور فقہاء و فقراء آپکی خدمت میں حاضر تھے آپ ان کے سامنے قضا و قدر پر تقریر فرمانے لگے اثنائے تقریر میں چھت میں سے ایک بڑا سانپ آپ کے کپڑوں میں گھس گیا اور بدن پر سے ہو کر گریبان میں سے نکلا اور آپ کی گود میں گر پڑا۔ سب حاضرین بھاگ گئے اور آپ کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ سانپ آپ کی گردن مبارک پر لپٹ گیا۔ بایں ہمہ آپ نے سلسلہ کلام قطع نہ کیا نہ اپنی نشست تبدیل کی۔ پھر زمین پر اترا اور پھر آپ کے سامنے دُم کے بل کھڑا ہو گیا اور پھنکار ماری پھر آپ نے اس سے اور اس نے آپ سے کچھ کلام کیا۔ جسے ہم میں سے کوئی نہ سمجھا بعد ازاں وہ چلا گیا۔ پس لوگ آپ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ اس سانپ نے آپ سے اور آپ نے اس سے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ سانپ نے مجھ سے کہا کہ میں نے بہت سے اولیاء کو آزمایا ہے مگر آپ کا سا ثابت قدم نہیں دیکھا اور میں نے اس سے کہا کہ تو مجھ پر گر پڑا اور میں قضا و قدر پر کلام کر رہا تھا تو محض ایک چھوٹا سا کیڑا ہے قضا تجھے حرکت دیتی ہے اور قدر تجھے ساکن کرتی ہے اس لئے میں نے چاہا کہ میرا فعل قول کے مخالف نہ ہو۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ثبات قدم کی دوسری مثال بروایت شیخ ابو بکر عبدالرزاق یہ ہے کہ میں نے اپنے والد سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سنا کہ فرماتے تھے۔ میں ایک رات جامع

منصور میں نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ بوریا پر کسی شے کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی ہوئی پس ایک بڑا سانپ آیا اور اس نے میرے سجدے کی جگہ منہ کھولا۔ جب میں سجدہ میں گیا تو اس کو ہاتھ سے ہٹا دیا۔ پھر جب التحیات کے لئے بیٹھا تو وہ میری ران پر چلا اور میری گردن پر چڑھ کر لپٹ گیا۔ جب میں نے سلام پھیرا تو غائب ہو گیا۔ دوسرے روز میں جامع مسجد سے باہر ویرانے میں گیا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں طول میں شگافتہ تھیں میں سمجھ گیا کہ یہ کوجن ہے اس نے مجھ سے کہا میں وہی سانپ ہوں جسے آپ نے کل رات دیکھا میں نے اسی طریق سے بہت سے اولیاء کو آزمایا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی میرے آگے آپ کی طرح ثابت قدم نہیں رہا بعض کا ظاہر و باطن مضطرب ہو گیا بعض کا باطن مضطرب اور ظاہر ثابت رہا بعض کا ظاہر مضطرب اور باطن ثابت رہا مگر آپ کو دیکھا کہ نہ آپ کا ظاہر مضطرب ہوا نہ باطن۔ پھر اس نے مجھ سے التجا کی کہ مجھے اپنے ہاتھ پر توبہ کرائیں۔ چنانچہ میں نے اس سے توبہ کرائی (بہجہ ص۸۷)

بغداد میں باب الازج میں سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے استاد قاضی ابوسعید مبارک مخرمی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عمدہ مدرسہ تھا وہ آپ کے سپرد ہوا آپ کے اہتمام میں امیروں کے مال اور فقیروں کے عمل سے اس کے گرداگرد منازل و مکانات بنائے گئے اس طرح وہ مدرسہ جو اب آپ کی طرف منسوب ہے۔ بعد توسیع ۵۲۸ھ میں مکمل ہو گیا۔ اس سال آپ نے اسی مدرسے میں تدریس و فتویٰ کا کام شروع کر دیا اور اپنی حیات میں جاری رکھا اور علماء فقہاء و

صلحا کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔ دنیا کے دور دراز مقامات سے لوگ پڑھنے آیا کرتے تھے اور فائز المرام ہو کر اپنے وطنوں کو لوٹ جایا کرتے تھے۔ شریف ابو عبداللہ محمد بن الخضر حسینی موصلی کا قول ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ تیرہ علموں میں کلام فرمایا کرتے تھے اور آپ کے مدرسے میں تفسیر و حدیث اور مذہب و خلاف اور اصول و نحو و قرأت کا درس ہوا کرتا تھا۔ (بہجہ صہ ۱۸)

وہ مدرسہ جس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جیسے استاد ہوں۔ اس کے فیضان کی وسعت کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ شیخ ابوالعباس احمد علی صرصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سنا فرماتے تھے جو مسلمان میرے مدرسے کے دروازے سے گذر جائے اس سے روز قیامت کا عذاب ہلکا کر دیا جائے گا۔

ایک جوان بغداد میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی میرے باپ کا انتقال ہو چکا ہے کل رات خواب میں اسنے مجھ سے یوں کہا مجھے قبر میں عذاب ہو رہا ہے تو سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں جا اور ان سے درخواست کر کہ میرے لئے دعا فرمائیں" یہ سنکر سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تیرا باپ میرے مدرسے سے گذرا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں بس آپ خاموش ہو رہے۔ دوسرے روز اس جوان نے حاضر ہو کر عرض کی کہ آج کی رات میں نے اپنے والد کو خوشی کی حالت میں سبز حُلّہ پہنے دیکھا، اس نے مجھ سے یوں کہا کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رح

کی برکت سے مجھ سے عذاب دور کر دیا گیا ہے اور یہ سبز حلّہ پہنایا گیا ہے۔ اے بیٹا تو ان کی خدمت میں رہا کر۔ یہ سُنکر آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہُوا ہے کہ جو مسلمان تیرے مدرسے سے گزرے گا۔ اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ (بہجہ صلا۱)

ناظرین غور فرمائیں کہ جب حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مدرسے سے گذرنا موجب تخفیف عذاب ہے تو جن لوگوں نے اس میں تعلیم پائی ان کو کیا شرف حاصل ہُوا ہو گا۔

شیخ ابوالعباس نے اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک روز میں سیّدنا حضرت غوث پاک کی خدمت میں حاضر تھا لوگوں نے عرض کی کہ باب الازج کے مقبرے میں ایک قبر سے میت کی آواز آرہی ہے۔ آپ نے پُوچھا۔ کیا اس میّت نے میرے ہاتھ سے خرقہ پہنا ہے لوگوں نے عرض کی کہ ہمیں معلوم نہیں آپ نے پُوچھا کیا وہ میری مجلس میں حاضر ہُوا لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا اس نے میرا کھانا کھایا۔ لوگوں نے وہی جواب دیا۔ آپ نے پُوچھا کیا اس نے میرے پیچھے نماز پڑھی لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ پس آپ نے فرمایا ایسا کوتاہی کرنے والا خسارے کا مستوجب ہے بعد ازاں آپ نے ذرا سر جھکایا تو آپ پر ہیبت و وقار ظاہر ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ اس نے آپ کا چہرہ دیکھا ہے اور اسے آپ کی نسبت حسن ظن تھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا اس کے بعد دیر تک اس کی قبر پر لوگوں کی آمدورفت رہی۔ مگر وہ آواز

سننے میں نہ آئی ۔ (بہجہ ص۱۰۱)

شیخ عبدالرزاق و شیخ عبدالوہاب اور ابوالقاسم عمر بزاز کا بیان ہے کہ بلاد عراق وغیرہ سے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس مسائل آتے تھے۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی استفتا آپ کے پاس ایک رات رہا ہو تا کہ آپ اس کا مطالعہ فرمائیں یا اس میں غور و فکر کریں بلکہ استفتا کو پڑھتے ہی جواب تحریر فرما دیا کرتے تھے اور امام شافعی اور امام احمد کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

آپ کے فتاوے علمائے عراق پہ پیش کئے جاتے تھے۔ وہ ان کی صحت پر اتنا تعجب نہ کرتے تھے جس قدر کہ آپ کے جواب کی سرعت پر کرتے تھے۔ جو شخص کوئی فن آپ سے سیکھتا وہ اپنے ہمسروں سے سبقت لے جاتا۔ مگر آپ کا محتاج رہتا۔

امام ابوالعلیٰ نجم الدین کہتے ہیں کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ عراق میں اپنے وقت میں فتاوے میں مرجع الخلائق تھے۔

امام موفق الدین بن قدامہ کہتے ہیں کہ ۵۶۱ھ میں ہم بغداد میں آئے اس وقت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علم و عمل اور حال و افتاد میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ طالب علم کو آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے کی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ آپ جامع علوم و شرح صدر اور متحمل تکلیف طلبہ اور صاحب وجاہت تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی ذات مبارک میں اوصاف جمیلہ اور اعمال نادرہ جمع کئے تھے۔ میں نے آپ کے بعد کسی کو آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

وکل الصید فی جوف الفراء

شیخ عبدالرزاق بن سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علمائے عراقِ عجم و عراقِ عرب پر ایک مسئلہ پیش ہوا جس کا جواب شافی کسی سے بن نہ آیا پھر وہ استفتا بغداد میں آیا۔ اس کی صورت یوں تھی

کیا فرماتے ہیں حضرت علماء اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے طلاق ہے۔ اگر میں عزّوجل کی وہ عبادت نہ کروں جسے دنیا میں اس وقت میرے سوا کوئی اور نہ کر رہا ہو۔ پس وہ شخص کون سی عبادت کرے کہ اس کی یمین پوری ہو جائے۔

یہ استفتا میرے والد بزرگوار کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے فوراً اس پر تحریر فرمایا کہ وہ شخص مکہ مشرفہ میں چلا جائے مطاف اس کے لئے خالی کرا دیا جائے اور وہ ایک ہفتہ اکیلا طواف کرے اس کی یمین پوری ہو جائے گی۔ پس مستفتی ایک رات بھی بغداد میں نہ ٹھہرا۔ (بہجہ ص۱۱۸)

---

۵ ترجمہ۔ ہر شکار گورخر کے پیٹ میں ہے۔ انتہیٰ۔ یہ ایک عربی ضرب المثل ہے اور اس شخص کیلئے استعمال ہوتی ہے جو اپنے ہمسروں پر فضیلت رکھتا ہو اس کی اصل یہ ہے کہ تین شخص شکار کو نکلے ایک نے خرگوش دوسرے نے ہرن اور تیسرے نے گورخر شکار کیا۔ صاحب خرگوش اور صاحب ہرن بہت خوش ہوئے اور صاحب گورخر پر فخر جتانے لگے پس اس نے کہا کل الصید فی جوف الفرا یعنی تم دونوں نے جو شکار کیا ہے وہ میرے شکار کے مقابلے میں قلیل و یسیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے جانور شکار کئے جاتے ہیں ان میں گورخر سب سے بڑا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ضرب المثل بطور تالیف قلب ابوسفیان کیلئے استعمال فرمائی تھی تاکہ وہ اسلام لے آئیں (دیکھو مجمع الامثال للمیدانی اور حیوٰۃ الحیوان الدمیری)

آپؓ کا احترام

سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احترام کا اندازہ ذیل کی چند مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

شیخ علی بن ابی نصر الہیتی نے ۵۶۲ھ میں زریران میں بیان کیا کہ میں ایک دفعہ سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت کے لئے بغداد گیا وہاں میں نے آپ کو اپنے مدرسے کی چھت پر صلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے پایا فضا میں جو میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رجال غیب کی چالیس صفیں دکھائی دیں جن میں سے ہر ایک صف میں ستر شخص تھے میں نے ان سے کہا تم بیٹھتے کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہ بیٹھیں گے یہاں تک کہ قطب وقت اپنی نماز نہ پڑھ لیں۔ اور ہمیں اجازت دے دیں کیونکہ ان کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اُوپر ہے اور ان کا قدم ہماری گردنوں پر ہے۔ اور ان کا امر ہم سب پر ہے۔ پس جب آپ نے سلام پھیرا وہ جلد آپ کی طرف بڑھے آپ کو سلام کہا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا شیخ علی کا قول ہے کہ جب ہم سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھ لیتے تو سب نیکی کو دیکھ لیتے (بہجہ ص ۱۹)

شیخ خضر بن عبد اللہ حسینی موصلی جنہوں نے تیرہ سال سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت کی فرماتے ہیں کہ خلیفہ وقت اور وزرا و امراء سیدنا شیخ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اگر آپ بیٹھے ہوتے

تو اُٹھ کر گھر میں چلے جاتے جب وہ آپ کے پیچھے آتے تو آپ دولت خانہ سے نکلتے تاکہ ان کے لئے اٹھنا نہ پڑے آپ ان سے سخت کلام فرماتے اور نصیحت بہت کرتے۔ وہ آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے اور آپ کے سامنے تواضع وانکسار سے بیٹھتے۔ جب آپ خلیفہ وقت کو لکھتے تو یوں تحریر فرماتے "عبدالقادر تجھے یوں حکم دیتا ہے اور اس کا حکم نافذ ہے اور اس کی اطاعت تجھ پر واجب ہے۔ وہ تیرا پیشوا اور تجھ پر حجت ہے۔ جب خلیفہ وقت کو آپ کے خط مبارک کے مضمون سے آگاہی ہوتی۔ تو وہ اسے بوسہ دیتا اور کہتا کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے شیخ ابوالقاسم محمد بن احمد بن علی الجہنی فرماتے ہیں کہ میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی کرسی کے نیچے بیٹھا کرتا تھا اور آپ کے نقیب کرسی کے ہر پایہ پر دو دو بیٹھا کرتے تھے اور اس طرح بیٹھنے والے ولی یا صاحب حال ہوا کرتے تھے اور آپ کی کرسی کے نیچے ایسے اشخاص بیٹھا کرتے تھے جو ہیبت میں گویا شیر ہوتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کرسی پر اپنے کلام میں ایسے مستغرق ہوئے کہ آپ کے عمامے کا ایک پیچ کھل گیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی یہ دیکھ کر سب حاضرین نے اپنے عمامے کلاہ سمیت کرسی کے نیچے پھینک دیئے جب آپ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنا عمامہ درست کر لیا اور مجھ سے فرمایا۔ ابوالقاسم! لوگوں کو ان کے عمامے اور کلاہ دیدے میں نے اس ارشاد کی تعمیل کی اور میرے پاس صرف ایک سر بند (عصابہ) باقی رہ گیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کس کا ہے کیونکہ

مجلس میں کوئی باقی نہ رہا تھا۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سربند مجھے دو۔ میں نے وہ سربند آپ کو دیدیا آپ نے دوش مبارک پر رکھ لیا مگر یکایک وہ غائب ہوگیا اور میں حیران رہ گیا۔ جب سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کرسی سے اُترے تو میرے کندھے پر سہارا لیا اور فرمایا۔ ابوالقاسم! جب یہاں اہل مجلس نے اپنے عمامے پھینک دیئے تو اصفہان میں ہماری ایک بہن نے اپنا سربند پھینک دیا۔ جب تو نے لوگوں کو عمامے واپس دے دیئے اور اس سربند کو میں نے اپنے دوش پر رکھ لیا تو اس بہن نے اصفہان سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنا سربند لے لیا۔ (بہجہ صہ ۹۲)

شیخ عبدالرزاق اور شیخ عمر بزاز اور شیخ ابواسحاق ابراہیم بن سعید الداری فرماتے ہیں کہ سیدنا محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ جب جمعہ کے دن جامع مسجد کو تشریف لے جاتے تو لوگ بازاروں میں کھڑے ہوجاتے۔ اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالےٰ سے قضائے حاجات کی دعا مانگتے۔ آپ آواز وآوازا اور نیک روش وخاموشی کے جامع تھے۔

ایک دفعہ جامع مسجد میں جمعہ کے دن آپ کو چھینک آئی۔ لوگوں نے چھینک کا جواب دیا تو مسجد گونج اُٹھی تمام کہہ رہے تھے یرحمك الله ویرحم بك اس وقت خلیفہ مستنجد، اللہ جامع مسجد کے دالان میں تھا۔ وہ بولا یہ شور کیسا ہے اسے کہا گیا کہ سیدنا شیخ عبدالقادرؓ نے چھینک لی ہے یہ سن کر وہ خوف زدہ ہوگیا۔ (بہجہ صہ ۹۸)

شیخ علی بن ابی نصر الہیتی اپنے بڑے اصحاب کے ساتھ زریران سے

سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ جب وہ بغداد کے قریب پہنچتے تو اپنے اصحاب سے فرماتے کہ دریائے دجلہ میں غسل کرلو۔ اور بعض دفعہ خود بھی ان کے ساتھ غسل کرتے پھر ان سے فرماتے کہ اپنے دلوں کو صاف کرو۔ اور خطرات کو روکو۔ کیونکہ ہم سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے کو ہیں۔ جب آپ بغداد میں داخل ہوتے۔ تو لوگ آپ سے ملنے اور آپ کی طرف بھاگ کر آتے۔ مگر آپ ان سے فرماتے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی طرف بھاگو۔ اس طرح جب آپ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مدرسے کے دروازے پر پہنچتے تو اپنا پاپوس اتار دیتے اور ٹھہر جاتے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ آپ کو پکارتے۔ بھائی میرے پاس آیئے۔ پس آپ آگے بڑھتے اور حضور ان کو اپنے پہلو میں بٹھاتے د

شیخ ابوحفص عمر بن شیخ عبدالرحمن تفسونجی بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے والد بزرگوار جمعہ کے دن گھر سے نکلے کہ خچر پر سوار ہو کر نماز جمعہ کے لیے جائیں آپ نے اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا پھر نکال لیا۔ اور کچھ دیر زمین پر کھڑے رہے۔ پھر سوار ہو کر جامع مسجد کو تشریف لے گئے۔ جب نماز ہو چکی میں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اُس وقت بغداد سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ خچر پر سوار ہو کر جامع مسجد کو تشریف لے گئے۔

میں نے بمقتضائے ادب چاہا کہ آپ سے پہلے سوار نہ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل زمانہ پر مقدم کیا ہے۔ اور آپ کا مرتبہ ان کے

مراتب سے بڑا بنایا ہے اور ان کے احوال پر قادر بنایا ہے۔

شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی ذکر کرتے ہیں کہ شیخ بقا بن بطو اور شیخ علی بن ابی نصر الہیتی اور شیخ ابو سعد قیلوی رضی اللہ عنہم سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مدرسے میں آیا کرتے اور اس کے دروازے میں جھاڑو دیتے اور چھڑکاؤ کرتے تو شیخ فرماتے بیٹھ جاؤ وہ عرض کرتے کیا ہمارے لئے امان ہے۔ شیخ فرماتے ہاں تمہارے لئے امان ہے پس وہ ادب سے بیٹھ جاتے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سواری کے وقت ان میں سے جو حاضر ہوتا۔ وہ آپ کے آگے غاشیہ زین اٹھاتا اور اسے لے کر چند قدم چلتا آپ منع فرماتے وہ عرض کرتے کہ ہم اس فعل سے قرب الٰہی طلب کرتے ہیں۔

راوی کا قول ہے کہ میں اکثر مشائخ عراق کو دیکھا کرتا کہ جب وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مدرسے یا خانقاہ کے پاس پہنچتے تو آستانہ مبارک کو بوسے دیتے۔ (بہجہ صفحہ ۱۶۰)

آپ کے محاسنِ اخلاق

زُہد و تقویٰ

شیخ ابو العباس خضر بن عبداللہ حسینی موصلی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم بغداد میں سیّدنا شیخ محیّ الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مدرسے میں تھے۔ امام مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف آپ کی خدمت میں آیا اور سلام کے بعد عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں اور مال و زر کی دس تھیلیاں پیش کیں جن کو خادم اُٹھائے ہوئے تھے۔ آپؒ نے فرمایا مجھے ان تھیلیوں کی ضرورت نہیں مگر خلیفہ نے واپس لینے سے انکار کیا اور آپ پر اصرار کیا۔ پس آپ نے ایک تھیلی اپنے داہنے ہاتھ میں لی اور دوسری بائیں میں اور دونوں کو دبا کر نچوڑا تو ان میں سے خون بہنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ابو المظفر! کیا تو اللہ سے حیا نہیں کرتا کہ لوگوں کا خون لیکر میرے پاس آیا ہے یہ سنکر وہ بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا معبودِ حقیقی کی عزّت کی قسم! اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتہ کی حرمت نہ ہوتی میں اس خون کو اس کے گھر تک بہنے دیتا (بہجہ ص۶۱)

شیخ ابو محمد عبداللہ بن حسین بن ابی الفضل فرماتے ہیں کہ سیّدنا شیخ محیّ الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعض دہقانی اصحاب ہر سال آپ کے لئے گیہوں بوتے اور جائز طریق سے اسے پالتے پھر آپ کے بعض اصحاب اسے پیستے اور آپ کے لئے ہر روز چار یا پانچ روٹیاں پکاتے اور شام کو آپ کے پاس لیکر

آتے آپ ان میں حاضرین کو ایک ایک ٹکڑا تقسیم کرتے اور باقی اپنے لئے رکھ لیتے۔ (بہجہ ص۳۴)

ابن انجار بغدادی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسین نے میری طرف لکھا اور میں نے اس کے خط سے نقل کیا کہ شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میرے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوتا میں اسے اپنے ہاتھوں پر لیکر کہتا یہ مشیت ہے پس جب کوئی بچہ مرتا تو مجھ پر کچھ اثر نہ ہوتا کیونکہ آغاز پیدائش ہی سے میں اس کی محبت اپنے دل سے نکال دیا کرتا تھا۔ آپ کے لڑکے لڑکیاں مجلس وعظ کی رات انتقال کر جاتے مگر آپ مجلس کو برخاست نہ کرتے غاسل میت کو غسل دیتا جب غسل سے فارغ ہوتے تو میت کو مجلس میں لاتے اور آپ کرسی سے اتر کر نماز جنازہ پڑھاتے۔ (بہجہ ص۸)

سخاوت و رحم

سخاوت و ایثار آپ میں کمال درجے کا تھا۔ چنانچہ بغداد میں طالب علمی کے زمانے میں آپ کی والدہ صاحبہ نے ایک پارہ زر آپ کے خرچ کے لئے بھیجا آپ نے باوجود اشد ضرورت کے اس میں سے کچھ تو رکھ لیا باقی ستر دیوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر جو اپنے واسطے رکھا تھا۔ اس کے عوض طعام منگوا کر درویشوں

کے ساتھ مل کر کھایا۔ (بہجہ ص۱۰۳)

جب آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ آتا تو اسے حاضرین میں تقسیم فرما دیتے آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ جب میرے والد بزرگوار مشہور ہو گئے۔ تو آپ نے ایک دفعہ کے سوا حج نہیں کیا اس حج کی آمد و رفت میں میں آپ کی سواری کی باگ پکڑتا تھا جب ہم حلہ میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سب سے غریب گھر کی تلاش کرو۔ اس لئے ہم نے ایک ویرانہ دیکھا جس میں پشم کا ایک خیمہ تھا اس میں ایک بوڑھا بڑھیا اور ایک لڑکی تھی۔ آپ نے اس بوڑھے سے اجازت لی اور مع اصحاب اس ویرانے میں اترے حلہ کے مشائخ اور رؤسا و امرا آپ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ آپ ہمارے غریب خانوں میں یا کسی اور اچھے مکان میں تشریف لے چلیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ اہالی شہر نے آپ کے لئے بہت سی گائے بکریاں۔ کھانا۔ سونا چاندی اور سامان بھیجا اور سفر کے لئے سواریاں بھیجیں اور لوگ ہر طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ کہ اس تمام آمد میں سے میں نے اپنا حصہ اس گھر والوں کو بخش دیا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ ہم نے بھی اپنا اپنا حصہ بخش دیا۔ اس طرح وہ تمام مال اس بوڑھے، بڑھیا اور لڑکی کو دیا گیا۔ رات کو آپ وہاں رہے اور صبح کو روانہ ہوئے۔ کئی سال کے بعد حلہ میں میرا گزر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بوڑھا وہاں کے باشندوں میں سب سے مالدار ہے اس نے مجھ سے کہا کہ یہ سب کچھ اس رات کی برکت ہے۔ ان گائے بکریوں

نے بچے دیئے اور وہ بڑے ہو گئے۔ یہ انہیں سے ہے۔ (بہجہ۔ صـ۱۰۳)

شیخ خضر حسینی ذکر کرتے ہیں کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر کہا، تیرا کیا حال ہے۔ اُس نے عرض کی کہ میں آج دریا کے کنارے گیا اور ملاح سے کہا کہ مجھے دوسری طرف لے چل۔ اُس نے انکار کیا۔ اس لئے افلاس کے سبب میں شکستہ دل ہو گیا۔ فقیر نے اپنا کلام ختم نہ کیا تھا کہ ایک شخص تیس دیناروں کی تھیلی لے کر آپ کی نذر کرنے آیا۔ آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ یہ تھیلی لے کر ملاح کے پاس جا اور اُسے دیکر کہہ دے کہ کسی فقیر کا سوال ردّ نہ کیا کر۔ اور آپ نے اپنی قمیص اتار کر فقیر کو دے دی پھر اُس سے بیس دینار کو خرید لی۔ (بہجہ صـ۱۰۴)

آپ کسی سائل کا سوال رد نہ فرماتے خواہ اپنا کپڑا اتار کر دینا پڑے۔

(بہجہ صـ۱۰۵)

آپ[1] فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تمام اعمال کی تفتیش کی۔ اُن میں کھانا کھلانے سے افضل کوئی عمل نہ پایا۔ کاش میرے ہاتھ میں ہوتی کہ بھوکوں کو کھلاتا۔ (فوات الوفیات۔ جزثانی۔ صـ۳)

✳

---

[1] میرے خیال میں آپ کا یہ قول گیارہویں شریف کے اجراء کی ایک وجہ وجیہہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حُسنِ معاشرت و تواضع

شیخ ابو المعمر مظفر منصور ابن المبارک الواعظ معروف بہ جرادہ فرماتے ہیں۔ کہ میری آنکھ نے کسی کو سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خلیق، وسیع الصدر، کریم النفس، نرم دل اور حافظ عہد و پیمان نہیں دیکھا۔ جلالت قدر اور علو منزلت اور وسعت علم کے باوجود آپ چھوٹوں کے ساتھ کھڑے ہوتے۔ بڑوں کی عزت کرتے۔ پہلے سلام کہتے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے فقیروں کی تواضع کرتے۔ امیروں اور بڑے لوگوں میں سے کسی کے لئے کھڑے نہ ہوتے اور کبھی کسی وزیر یا سلطان کے دروازے پر تشریف نہ لے گئے۔ ایک روز میں آپ کے دولت خانے میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے کہ چھت میں سے آپ پر مٹی گری اور آپ نے جھاڑ دی۔ اس طرح تین دفعہ گری اور آپ نے تین دفعہ جھاڑی۔ چوتھی بار نظر جو اُٹھائی تو دیکھا کہ ایک چوہا مٹی گرا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرا سر اڑ جائے! پس اس کا دھڑ ایک طرف اور سر دوسری طرف جا گرا۔ یہ دیکھ کر آپ نے لکھنا چھوڑ دیا۔ اور رونے لگے۔ میں نے عرض کی۔ میرے آقا آپ روتے کیوں ہیں۔" آپ نے فرمایا۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا کسی مسلمان کے ہاتھ سے میرے دل کو اذیت پہنچے۔ پس اُس مسلمان کا بھی یہی حال ہو جو اس چوہے کا ہوا ہے۔ (بہجہ صہ ۱۰۳)

صبر و عفو و حیاء

شیخ ابوالقاسم عمر بزاز فرماتے ہیں کہ سیدنا شیخ حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اخلاق پسندیدہ اور اوصاف پاکیزہ تھے۔ آپ کا نفس خواہشات سے انکار کرنے والا اور ہاتھ سخی تھا۔ آپ ہر رات دستر خوان بچھانے کا حکم دیتے۔ مہمانوں کے ساتھ کھاتے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے اور بیماروں کی عیادت فرماتے۔ طالب علموں سے نہ گھبراتے۔ آپ کا ہمنشین گمان نہ کرتا کہ آپ کے نزدیک کوئی دوسرا مجھ سے بڑھ کر عزیز ہے۔ آپ کے اصحاب میں سے جو غائب ہوتے، آپ اُن کا حال دریافت فرماتے اور بدستور ان کے خیر خواہ رہتے۔ اور ان کی خطاؤں کو معاف فرماتے جو آپ کے سامنے حلف اُٹھاتا۔ آپ اُسے سچّا کہتے اور اس کی نسبت اپنا علم پوشیدہ رکھتے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو صاحب حیاء نہیں دیکھا۔

(بہجہ ص۱۰۴)

خوف و عبادت

شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بغدادی کا قول ہے کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رقیق القلب، خدا سے ڈرنے والے، بڑی ہیبت والے، مجاب الدعوات، کریم الاخلاق، پاکیزہ طبع، بُرائی سے دُور رہنے والے حق کے قریب محارم اللہ کی بے حرمتی کے وقت سخت گیر تھے۔ اپنی ذات کے لئے غصہ نہ ہوتے اور غیر اللہ کے لئے انتقام نہ لیتے (بہجہ ص۱۰۵)

عبادت میں آپ سخت مجاہدہ فرماتے۔ چنانچہ چالیس سال آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

سیدنا حضرت غوثِ اعظم جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کرامات

آپ کی کرامتیں بے شمار ہیں۔ چنانچہ شیخ علی بن ابی نصر الہیتی نے ۵۶۲ھ میں فرمایا کہ میں نے اپنے زمانہ میں سے کسی کو سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بڑھ کر صاحب کرامات نہیں دیکھا۔ جس وقت کوئی شخص آپ کی کرامت دیکھنا چاہتا، دیکھ لیتا اور کرامت کبھی آپ سے ظاہر ہوتی تھی اور کبھی آپ میں ظاہر ہوتی تھی۔

شیخ ابوعمرو عثمان صریفینی کا قول ہے کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی کرامتیں سلک مروارید کی مثل تھیں، جس میں موتی لگاتار یکے بعد دیگرے ہوں۔ اگر ہم میں سے ہر روز کوئی شخص کئی کرامتیں دیکھنی چاہتا، تو دیکھ لیتا۔ (بہجہ۔ ص ۲۵)

سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام (متوفی ۶۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سوا کسی ولی کی کرامتیں بطریق تواتر منقول نہیں ہیں (فوات الوفیات۔ جز ثانی ص ۲)

امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) بستان العارفین میں تحریر فرماتے ہیں کہ کسی ولی کی

کرامتیں بہ نقلِ ثقات اس کثرت سے ہم تک نہیں پہنچیں جیسا کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات پہنچی ہیں (قلائد الجواہر ص۱۳۷)
ان میں سے چند بطور مشتے نمونہ از خروارے یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

مُردوں کا زندہ کرنا

اکابر مشائخ کی ایک جماعت سے پانچ طریق سے مروی ہے[1] کہ ایک عورت سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں اپنا لڑکا لے کر آئی اور یوں عرض کرنے لگی۔

"میں دیکھتی ہوں کہ اس لڑکے کے دل کو آپ سے بڑا لگاؤ ہے۔ میں نے اللہ عزوجل کے لئے اور آپ کے لئے اس کو اپنا حق بخش دیا۔ آپ اسے اپنی غلامی میں قبول کیجئے۔

آپ نے قبول فرمایا اور اُسے مجاہدے اور طریق سلف اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ایک روز لڑکے کی ماں جو اس سے ملنے آئی، تو اُسے بھوک اور بیداری کے سبب لاغر و زرد پایا اور جَو کی روٹی کھاتے دیکھا۔ وہ ممتا کی ماری آپ کی خدمت میں آئی اور آپ کے سامنے ایک برتن دیکھا جس میں سے نیم پختہ مُرغی کا گوشت آپ کھا چکے تھے، صرف ہڈیاں باقی تھیں۔ دیکھ کر وہ کہنے لگی۔
"میرے آقا! آپ تو مُرغی کھاتے ہیں اور میرا بیٹا جَو کی روٹی کھاتا ہے۔"

---

[1] فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر مکی ص۲۲۱۔ حیوۃ الحیوان جزو اوّل ص۲۸۸

یہ سُن کر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اِن ہڈیوں پر رکھا اور یوں فرمایا قومی باذن اللہ الذی یحی العظام وھی رمیم (کھڑی ہو جاؤ اُس اللہ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا) پس وہ پوری مُرغی اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی پھر آپ نے فرمایا۔ جب تیرا بیٹا اس درجہ پر پہنچ جائے تو کھائے جو چاہے

اسی طرح ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے اور ہوا سخت چل رہی تھی۔ ایک چیل اُڑتی ہوئی آپ کی مجلس پر سے گزری اور چلائی، جس سے حاضرین کی توجہ پراگندہ ہو گئی۔ آپ نے فرمایا، اے ہوا اس چیل کا سر اڑا دے یہ فرمانا تھا کہ چیل کا دھڑ ایک طرف اور سر دوسری طرف گر پڑا۔ یہ دیکھ کر آپ کرسی پر سے اُترے اور چیل کو ایک ہاتھ میں لے کر دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا اور بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھا، وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر اُڑ گئی اور لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ (بہجہ۔ صد ۲۵)

فائدہ ۔ کتاب بہجۃ الاسرار پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں غلط باتیں درج ہیں اور سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ایسے مبالغے کئے گئے ہیں جو شایان بارگاہ ربوبیت ہیں اس کا جواب علامہ کاتب چلپی نے یوں دیا ہے۔

اقول ما المبالغات التی غربت الیہ مما لا یجوز علی مثلہ وقد تتبعھا فلم اجد فیھا نقلًا الا ولہ فیہ متابعون وغالب

لہ حیوٰۃ الحیوان۔ جزء اوّل صفحہ ۲۰

ما اوردہ فیھا نقلہ الیافعی فی اسنی المفاخر وفی نشر المحاسن وروض الریاحین وشمس الدین الزکی الحلبی ایضًا فی کتاب الاشراف واعظم شئ نقل عنہ انہ احیی الموتیٰ کاحیائہ الدجاجۃ ولعمری ان ھذہ القصۃ نقلھا التاج الدین السبکی ونقل ایضًا عن ابن الرفاعی وغیرہ وانی لغبی جاھل حاسد ضیع عمرہ فی فھم ما فی السطور وقنع بذلک عن تزکیۃ النفس واقبالھا علی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان یفھم ما یعطی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اولیائہ من التصریف فی الدنیا والاٰخرۃ ولھذا قال الجنید التصدیق بطریقتنا ولایۃ انتھی بلفظہ (کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون۔

(جزو اوّل ص ۲۰۴)

ترجمہ

میں کہتا ہوں ایسے مبالغے کونسے ہیں جو آپ سے منسوب کر دیئے گئے ہیں اور اُن کا اطلاق آپ پر جائز نہیں۔ میں نے ہر چند تلاش کی۔ مگر مجھے ان میں کوئی نقل ایسی نہیں ملی جس میں دوسروں نے بہجۃ الاسرار کی متابعت نہ کی ہو۔ حصہ کثیر ان حالات کا جن کو صاحب بہجۃ الاسرار نے ذکر کیا ہے وہی ہے جسے امام یافعی نے اسنیٰ المفاخر اور نشر المحاسن اور روض الریاحین میں اور شمس الدین بن الزکی الحلبی نے بھی کتاب الاشراف میں نقل کیا ہے، اور بڑی سے بڑی شے جو آپ سے منقول ہے یہ ہے کہ آپ نے مُردوں مثلاً مُرغی کو زندہ کر دیا مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ اس قصے کو علامہ تاج الدین سبکی نے نقل کیا ہے

اور ابن الرفاعی وغیرہ سے بھی منقول اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اپنے اولیا
کو دنیا اور آخرت میں جو تصرّف عطا فرمایا ہے اُسے وہ غبی جاہل حاسد
کیونکر سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی عمر مضامین کتب کی سمجھنے میں ضائع کی۔ اور
تزکیہ نفس اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ کی طرف توجہ کو چھوڑ کر اسی پر قناعت کی۔
اسی واسطے سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے طریقے
کی تصدیق ولایت ہے۔ انتہیٰ

بیماریوں کا دُور کرنا

شیخ ابو عبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلی نے ۶۷۰ھ میں بیان کیا کہ میرے
باپ نے ۶۲۳ھ میں ہمیں خبر دی کہ میں نے تیرہ سال تک سیّدنا شیخ محی الدین
عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت کی اور آپ کی اور بہت کرامتیں دیکھیں۔ ازا
نجملہ یہ کہ جب کسی مریض سے طبیب عاجز آجاتے تو وہ آپ کی خدمت میں
لایا جاتا۔ آپ اُس کے حق میں دعا فرماتے اور اپنا ہاتھ مبارک اس پر پھیرتے
وہ اُسی وقت آپ کے سامنے تندرست اُٹھ کھڑا ہوتا۔

ایک دفعہ امام مستنجد کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص آپ کی
خدمت میں لایا گیا۔ وہ مرض استسقاء میں مبتلا تھا اور اس کا پیٹ پھولا ہوا
تھا۔ آپ نے اس کے پیٹ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا۔ اللہ کے حکم سے
وہ ہموار ہوگیا۔ گویا اس کو کوئی بیماری ہی نہ تھی۔

ابو المعالی احمد بن منظفر بن یونس بغدادی حنبلی آپ کی خدمت میں آئے

اور عرض کی کہ میرے بیٹے محمد کو پندرہ مہینے سے بخار آرہا ہے، کسی وقت نہیں اترتا بلکہ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاکر اس کے کان میں یوں کہہ دے ام ملدم[1] تجھے عبدالقادر کہتا ہے کہ میرے بیٹے کو چھوڑ کر حلہ میں چلی جا۔ پھر ہم نے ابوالمعالی سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اب تک میرے بیٹے کو بخار نہیں آیا۔ کئی سالوں کے بعد ہم نے اس سے پھر دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ اب تک میرے بیٹے کو بالکل آرام ہے حالانکہ خبر آئی کہ اہل حلہ بخار میں مبتلا ہیں۔ (بہجہ ص۷)

ابومحمد رجب بن ابی منصور داری اور ابوزید عبدالرحمن بن سالم قرشی اور ابوعبداللہ محمد بن عبادہ انصاری نے ۶۷۱ھ میں قاہرہ میں بیان کیا کہ شیخ ابوالحسن علی قرشی نے ۶۱۸ھ میں جبل قاسیون میں ہمیں خبر دی کہ میں اور شیخ علی بن ابی نصر الہیتی ۵۴۹ھ میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے مدرسہ واقع باب الازج میں حاضر تھے۔ کہ ابوغالب فضل اللہ بن اسماعیل بغدادی تاجر حاضر ہوا اور یوں عرض کرنے لگا۔ یا سیدی آپ کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعوت کو قبول کرنا چاہیئے۔ پس میں آپ کی دعوت کرتا ہوں۔ آپ غریب خانے پر تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اجازت دے، میں جواب دیتا ہوں۔ پھر آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اور فرمایا، ہاں قبول ہے

---

[1] یہ تپ کی کیفیت ہے

پھر آپ خچر پر سوار ہوئے۔ شیخ علی نے دہنی رکاب پکڑی اور میں نے بائیں پکڑی۔ جب ہم ابو غالب کے مکان پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بغداد کے مشائخ و علماء و فضلاء جمع ہیں۔ ابو غالب نے ایک دستر خوان بچھایا جس پر ہر قسم کے میٹھے اور ترش کھانے تھے اور ایک سربمہر بڑا مٹکا لایا گیا جسے وہ شخص اٹھا رہے تھے اور دستر خوان کے اخیر میں رکھ دیا گیا۔ ابو غالب نے عرض کی کہ نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ نہ آپ نے کچھ کھایا نہ کسی کو کھانے کی اجازت دی اور کسی نے نہ کھایا۔ آپ کی ہیبت کے سبب حاضرین کی یہ حالت تھی کہ گویا ان کے سروں پر پرندے[۱] تھے۔ آپ نے مجھے اور شیخ علی کو اشارہ کیا کہ اس مٹکے کو میرے پاس لاؤ۔ ہم نے اس بھاری مٹکے کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ اسے کھول دیا جائے۔ ہم نے جو کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ابو غالب کا ایک مادر زاد اندھا مجذوم مفلوج لڑکا ہے۔ آپ نے اس لڑکے سے فرمایا، تو اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر

---

[۱] قاعدہ ہے کہ جب کوا کسی حیوان پر چچڑی وغیرہ پکڑنے کے لئے بیٹھتا ہے تو وہ حیوان ذرا بھی سر نہیں ہلاتا۔ پس اس محاورے کا مطلب یہ ہے کہ حاضرین بالکل خاموش اور بے حرکت تھے حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے حاضرین کی یہی حالت ہوا کرتی تھی۔ ان کے اتباع سے جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس کے حاضرین بھی اسی طریق کے پابند تھے۔

اٹھ کر کھڑا ہو یکایک وہ لڑکا بینا ہو کر دوڑنے لگا اور اُسے کوئی بیماری نہ تھی - یہ دیکھ کر حاضرین میں شور برپا ہوا - پس آپ لوگوں کی بے خبری میں وہاں سے کھانا کھائے بغیر نکل آئے - پس میں شیخ ابوسعد قیلوی کی خدمت میں آیا اور اُن سے ماجرا کہہ سنایا - انہوں نے فرمایا کہ سیّدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اذن سے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے ہیں اور مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔

میں ایک دفعہ ان کی مجلس میں حاضر تھا - رافضیوں کی ایک جماعت دو ٹوکرے لائی، جو سربمہر اور سئے ہوتے تھے - انہوں نے آپ سے پوچھا کہ ان ٹوکروں میں کیا ہے - پس آپؓ کرسی پر سے اُترے اور اُن میں سے ایک پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا

اسے کھولو - جب کھولا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں سچ مچ ایک بیمار لڑکا ہے - آپ نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، اٹھ کھڑا ہو۔ وہ اٹھ کر دوڑنے لگا - پھر آپ نے دوسرے ٹوکرے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس میں ایک تندرست لڑکا ہے اور اپنے صاحبزادے کو حکم دیا کہ اسے کھولو۔ اس نے جو کھولا تو اس میں ایک تندرست لڑکا پایا وہ اٹھ کر چلنے لگا - آپ نے اس کی پیشانی پکڑ کر فرمایا کہ جا بیٹھ جا ، وہ بیٹھ گیا - یہ دیکھ کر رافضیوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی - اُس دن آپ کی مجلس میں تین اشخاص انتقال کر گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں گذشتہ صدی کے مشائخ سے ملا ہوں جو کہا کرتے

تھے کہ چار بزرگ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ یعنی سیّدنا شیخ محی الدین عبد القادر، شیخ بقا بن بطو، شیخ ابو سعد قیلوی۔ شیخ علی بن ابی نصر الہیتی رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ اور میں نے مشائخ میں چار بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرّف فرماتے ہیں۔ یعنی سیّدنا شیخ عبد القادر، شیخ معروف کرخی۔ شیخ عقیل منبجی۔ شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ تعالےٰ عنہم (بہجہ صفحہ ۶۲-۶۳)

ابو سعد عبد اللہ بن احمد بن علی بن محمد بغدادی ازجی نے ۵۵۴ھ میں بیان کیا کہ میری ایک کنواری لڑکی فاطمہ نام ۵۳۷ھ میں ہمارے گھر کی چھت پر چڑھی اور اُسے کوئی چیز اٹھا لے گئی۔ اُس وقت اُس لڑکی کی عمر سولہ سال کی تھی۔ میں سیّدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں آیا۔ اور اُن سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، آج رات کو کرخ کے ویرانے میں جا اور تل خامس (پانچویں ٹیلے) کے پاس بیٹھ جا اور اپنے گرد زمین پر دائرہ کھینچ لے اور دائرہ کھینچتے وقت یوں کہنا بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی نِیَّۃِ عَبۡدِ الۡقَادِرِ۔ جب آغاز شب ہو گا تو جنوں کے گروہ مختلف شکلوں میں تیرے پاس سے گزریں گے تو انہیں دیکھ خوف نہ کھانا۔ جب صبح ہو گی تو اُن کا بادشاہ ایک جماعت کے ساتھ تجھ پر سے گذرے گا اور تیری حاجت پُوچھے گا۔ اس وقت بتلا دینا کہ عبد القادر نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور میری حاجت یہ ہے۔ پس میں چلا گیا اور آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ کے ارشاد کے مطابق ڈراؤنی صورتیں مجھ پر سے گذرنے لگیں۔ مگر کوئی

دائرے کے قریب نہ آسکا۔ جنّ گروہا گروہ گذرتے گئے، یہاں تک کہ ان کا بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار آیا اور اس کے آگے کئی جماعتیں تھیں۔ وہ دائرے کے مقابل ٹھہر گیا۔ اور مجھ سے کہا اے انسان تیری کیا حاجت ہے میں نے کہا کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ یہ سن کر وہ گھوڑے سے اُترا اور زمین کو بوسہ دیا اور دائرے کے باہر بیٹھ گیا اس کے ہمراہی بھی بیٹھ گئے۔ اُس نے پُوچھا تجھے کیا ہوا۔ میں نے اپنی لڑکی کا قصہ بیان کیا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا، جس نے یہ کام کیا ہے۔ اُسے میرے پاس لاؤ۔ کچھ دیر کے بعد ایک سرکش جنّ لایا گیا جس کے ساتھ وہ لڑکی تھی اور بادشاہ سے کہا گیا کہ یہ ملک چین کے سرکش جنوّں میں سے ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو قطب وقت کے قدم کے نیچے سے اس لڑکی کو کیوں اُٹھا لے گیا؟ اس نے کہا یہ مجھے اچھی معلوم ہوئی۔ میں اس پر عاشق ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کی گردن زنی کا حکم دیا، اور لڑکی مجھے دے دی۔ میں نے بادشاہ سے کہا، سیّدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا حکم بجا لانے میں آج کی رات کی مثل میں نے نہیں دیکھی۔ اس نے کہا ہاں۔ وہ گھر بیٹھے ہم میں سے سرکشوں کو دیکھ لیتے ہیں خواہ کتنی دُور ہوں اور ان کی ہیبت سے وہ اپنے وطن کو بھاگ جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی قطب قائم کرتا ہے تو جن و انس پر اس کو قدرت بخشتا ہے[۱]

۱؎ حیوۃ الحیوان۔ جزء اوّل۔ ص ۱۸۵)

اسی طرح کا ایک اور قصہ ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں اصفہان کا رہنے والا ہوں۔ میری ایک عورت ہے اُسے اکثر مرگی ہو جاتی ہے۔ تعویذ گنڈے والے اس سے عاجز آگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ وادی سراندیپ کے سرکش جنوں میں سے ایک جن ہے جس کا نام خانس ہے جب تیری عورت کو مرگی آئے تو اُس کے کان میں کہہ دینا کہ عبدالقادر جو بغداد میں رہتا ہے تجھے کہتا ہے کہ پھر نہ آنا۔ اگر پھر آیا تو ہلاک ہو جائے گا وہ شخص چلا گیا اور دس سال تک نہ آیا۔ پھر جب آیا تو اُس سے پُوچھا گیا اُس نے کہا کہ میں نے شیخ کے قول پر عمل کیا۔ اب تک اُسے پھر مرگی نہیں ہوئی بڑے بڑے تعویذ کرنے والوں کا بیان ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی حیات شریف میں بغداد میں چالیس سال تک کسی کو مرگی نہ ہوئی جب آپ کا وصال ہوا تو وہاں مرگی ہوئی۔ (بہجہ صـــ۱۷۰-۷۲)

جن و انس کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیوانات میں بھی تصرف عنایت کیا تھا۔ چنانچہ ایک روز شیخ ابو حفص عمر بن صالح حدادی اپنی اونٹنی لے کر حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی کہ میں حج کو جانا چاہتا ہوں اور یہ اونٹنی چل نہیں سکتی۔ اس کے سوا اور میرے پاس نہیں۔ یہ سنکر آپ نے اپنا پاؤں مبارک اس اونٹنی پر مارا اور اپنا ہاتھ مبارک اس کی پیشانی پر رکھ شیخ ابو حفص کا بیان ہے کہ پہلے وہ اونٹنی سب اونٹنیوں سے پیچھے رہا کرتی تھی۔ اور اب سے آگے چلتی ہے

اسی طرح ایک دن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ شیخ ابوالحسن علی بن

احمد بن وہب الازجی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک کبوتری اور ایک قمری دیکھی۔ ابوالحسن نے عرض کی کہ یہ کبوتری چھ مہینے سے انڈے نہیں دیتی اور یہ قمری نو مہینے سے نہیں بولتی۔ آپ نے کبوتری سے فرمایا کہ اپنے مالک کو فائدے پہنچا اور قمری سے فرمایا کہ تو اپنے خالق کی تسبیح کر۔ اسی وقت قمری کوکو کرنے لگی۔ یہاں تک کہ بغداد کے لوگ اس کی آواز سننے کے لئے جمع ہوا کرتے اور کبوتری نے بھی انڈے دیئے اور بچے نکلے اور مرتے دم تک ایسا ہی کرتی رہی۔ (بہجہ ص۱۷۷-۸)

بے موسم سیب کا غیب سے آنا

شیخ ابوالعباس خضر بن عبداللہ بن یحیٰ الحسینی موصلی ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایک روز میں نے امام مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف عباسی[1] کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت اقدس میں پایا۔ اُس نے آپ سے عرض کی کہ میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ آپ نے پوچھا۔ تو کیا چاہتا ہے۔ ابوالمظفر نے عرض کی، غیب سے ایک سیب حالانکہ عراق میں اُس وقت سیب کا موسم نہ تھا۔ آپ نے ہوا میں ایک ہاتھ مبارک پھیلایا، کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے دست مبارک میں دو سیب ہیں آپ

---

[1] ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ خلفائے عباسیہ میں سے تھا۔ ۵۵۵ھ میں مسند خلافت پر بیٹھا اور ۵۶۶ھ میں وفات پائی۔

نے ایک ابوالمظفر کو دیا اور دوسرا خود رکھا، جسے پھاڑ کر دیکھا تو سفید نکلا، جس میں سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ مگر ابوالمظفر نے اپنا سیب جو پھاڑا تو اس میں سے کیڑا نکلا۔ وہ پوچھنے لگا، یہ کیوں، حالانکہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے وہ ایسا نفیس نکلا۔ آپ نے فرمایا، ابوالمظفر! اس کو ظالم کا ہاتھ لگا ہے۔ اس لئے اس میں کیڑا پیدا ہوگیا ہے (بہجہ صلا)

عصا کا نور ہو جانا

شیخ ابوعبدالملک ذیال نے ۶۱۳ھ میں ذکر کیا کہ میں ۵۶۰ھ میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مدرسے میں کھڑا تھا کہ آپ اپنے دولت خانے سے نکلے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں عصا تھا۔ میرے دل میں آیا، کاش آپ مجھے وہ کرامت دکھائیں جو اس عصا میں ہے۔ آپ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور عصا کو زمین میں گاڑ دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک روشن نور ہے جو آسمان کی طرف چڑھ رہا ہے اور کرۂ ہوائی اس سے روشن ہے۔ کچھ دیر اسی طرح رہا۔ پھر آپ نے اسے ہاتھ مبارک میں لیا تو ویسا ہی عصا ہوگیا اور مجھ سے فرمایا، ذیال! تو یہی چاہتا تھا۔ (بہجہ۔ صـ۷۷)

بارش کا تھم جانا اور آب دجلہ کا ہٹ جانا

شیخ عمر کیمیاتی اور بزاز و عدی بن مسافر وغیرہ نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ بارش شروع ہوئی۔ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر وعظ فرما رہے تھے اہل

مجلس میں سے بعض لوگ تتر بتر ہو گئے۔ آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔

"میں تو جمع کرتا ہوں اور تو پراگندہ کرتا ہے"۔ پس مجلس پر بارش بند ہو گئی اور مدرسہ کے باہر بدستور ہوتی رہی"۔

اسی طرح ایک سال دریائے دجلہ طغیانی پر آیا اور بغداد غرق ہونے لگا۔ پس لوگ سیدنا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فریاد کرنے آئے آپ نے عصا لیا اور دریا کے کنارے آئے اور پانی کی حد کے پاس عصا گاڑ کر فرمایا۔

"یہاں تک رہ"۔ پس پانی اسی وقت اتر گیا۔ (بہجہ۔ ص۷۵)

اناج میں برکت

شیخ ابو العباس احمد بن محمد بن احمد قرشی بغدادی جو سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے رکابدار تھے ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بغداد میں قحط پڑا میں نے آپ سے فاقہ اور کثرت عیال کی شکایت کی۔ آپ نے ایک دیبہ[۱] گیہوں نکال کر دیئے اور فرمایا کہ اسے کوارہ[۲] میں ڈال کر منہ بند کر دے اور اس کے پہلو میں ایک سوراخ کرے۔ اس میں سے درج نکال کر پیس لیا کرو۔ اور

---

[۱] دیبہ بائیس یا چوبیس مد کے برابر ہوتا ہے جو ہمارے ہاں کے قریباً بیس یا اکیس سیر ہوتے ہیں۔

[۲] کوارہ ایک ظرف گلی ہوتا ہے جس میں گیہوں وغیرہ اناج بطور ذخیرہ رکھتے ہیں۔

اس میں کچھ تبدیلی نہ کرو۔ شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ ہم نے اس میں سے پانچ سال تک کھایا۔ پھر میری اہلیہ نے اُسے کھولا تو پہلی حالت پر پایا۔ اور سات دن میں ختم ہوگیا۔ میں نے یہ ماجرا آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم اُسے ویسا ہی رہنے دیتے تو عمر بھر ختم نہ ہوتا۔ (بہجہ ص ۱۶۶)

دُعا کا قبول ہونا

شیخ ابوالمظفر اسماعیل بن علی بن سنان کا بیان ہے کہ شیخ علی بن ابی نصر الہیتی جب بیمار ہوتے، تو اکثر زریران میں میرے باغ میں آجاتے جہاں کئی روز ان کی تیمارداری کی جاتی۔ ایک دفعہ آپ وہاں بیمار ہو گئے، سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ بغداد سے آپ کی عیادت کے لئے آئے اور میرے باغ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اس میں دو کھجور کے درخت جو خشک ہو گئے تھے اور چار سال سے پھل نہ دیتے تھے۔ ہم نے ان کے کاٹنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ سیّدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ان میں سے ایک کے نیچے وضو فرمایا اور دوسرے کے نیچے دو رکعت نماز پڑھی۔ وہ دونوں درخت ایک ہفتہ کے اندر برگ و بار لائے حالانکہ کھجوروں کے پھل لانے کا وقت نہ تھا۔ میرے باغ کی کچھ کھجوریں میرے پاس لائی گئیں میں نے وہ سیّدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیں آپ نے اُن میں سے کچھ تناول فرمائیں اور فرمایا اللہ تیری زمین، تیرے درہم تیرے صاعؔ اور تیرے مواشی میں برکت دے اُس سال سے میری زمین کی آمدنی کی

ؔ صاع ایک پیمانہ ہے جو ہمارے ہاں کے تقریباً ساڑھے تین سیر کے برابر ہوتا ہے۔

گنی ہو گئی۔ جب میں کسی جہت میں ایک درہم لگاتا، مجھے وہاں سے کئی گنے حاصل ہوتے۔ جب میں کسی مکان میں گیہوں کی سو بوریاں رکھتا، اس میں سے اگر پچاس خیرات کر دیتا اور باقی کھا لیتا تو بھی سو بوریاں بحال پاتا۔ میرے مواشی اتنے بچے کہ مجھے ان کی گنتی نہ آتی۔ آپ کی دعا کی برکت سے اب تک یہی حال ہے۔ (بہجہ صـ ۴۴-۴۵)

تین[1] طریق سے باسناد متصل مروی ہے کہ بروز چہارشنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۵۲۹ھ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ مقابر شونیزیہ[2] کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ علماء و فقراء کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہمراہ تھی آپ شیخ حماد دباس رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس بہت دیر تک کھڑے رہے یہاں تک کہ گرمی زیادہ ہو گئی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ پھر آپ واپس آئے اور آپ کے چہرے پر بشاشت نمایاں تھے۔ آپ سے طول قیام کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بغداد سے جمعہ کے دن بتاریخ ۱۵ شعبان ۴۹۹ھ شیخ حماد دباس کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا تاکہ ہم جامع رصافہ میں جمعہ پڑھیں اور شیخ بھی ہمارے ساتھ تھے جب ہم دریا کے پل کے پاس پہنچے تو شیخ نے مجھے دھکیل کر پانی میں پھینک

---

[1] فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر المکی صـ ۲۲۱۔

[2] بغداد میں جانب غرب ایک مقبرہ ہے جس میں صالحین کی ایک بڑی جماعت مدفون ہے از انجملہ شیخ جنید اور جعفر خلدی اور رویم اور سمنون محب رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہاں صوفیہ کرام کی ایک خانقاہ ہے۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت الحموی۔

دیا اور سردی کا مہینہ تھا۔ میں نے کہا بسم اللہ نویت غسل الجمعۃ، یعنی بسم اللہ میں نے غسل جمعہ کی نیت کر لی۔ مجھ پر صوف کا جُبّہ تھا۔ اور میری آستین میں کتاب کے چند اجزا تھے۔ اس لئے میں نے اپنا ہاتھ اٹھائے رکھا تاکہ وہ بھیگ نہ جائیں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چل دیئے۔ میں پانی میں سے نکلا جُبّہ کو نچوڑا اور ان کے پیچھے ہو لیا۔ مجھے سردی سے بہت تکلیف ہوئی۔ شیخ کے اصحاب نے میری مدد کرنی چاہی، مگر شیخ نے ان کو جھڑک دیا اور کہا، میں نے تو آزمائش کے لئے اُسے اذیت دی، مگر اُسے ایسا پہاڑ پایا کہ ہلتا نہیں۔ آج میں نے شیخ کو قبر میں دیکھا کہ ان پر جواہر سے مرصع حلہ ہے۔ سر پہ یاقوت کا تاج ہے۔ ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں پاؤں میں سونے کا پوش ہے۔ مگر داہنا ہاتھ ہلا نہیں سکتے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ وہ ہاتھ ہے۔ جس سے میں نے تجھے پانی میں دھکیل دیا تھا۔ کیا تو مجھے معاف کرنا چاہتا ہے میں نے کہا ہاں۔ شیخ نے فرمایا تو اللہ سے دعا مانگ کہ وہ میرا ہاتھ درست کر دے اس لئے میں دعا کرنے کے لئے کھڑا رہا اور پانچہزار ولیوں نے اپنی اپنی قبروں میں آمین کہی اور اللہ سے سوال کیا کہ وہ میری درخواست قبول کرے۔ میں وہیں اللہ سے دعا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا ہاتھ درست کر دیا۔ اور انہوں نے اُسی کے ہاتھ مجھ سے مصافحہ کیا اور اُنہیں اور مجھے کمال خوشی حاصل ہوئی۔ جب بغداد میں یہ قصہ مشہور ہوا تو شیخ حماد کے اصحاب میں سے بغداد کے مشائخ وصوفیہ جمع ہوئے تاکہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر

سے اس قصّے کی صداقت کا ثبوت طلب کریں اور فقراء کا ایک گروہ ان کے
پیچھے ہولیا اور مدرسے میں آئے ۔ مگر آپ کی ہیبت سے کوئی بول نہ سکا یہاں
تک کہ آپ نے خود فرمایا کہ تم مشائخ میں سے دو کو انتخاب کر لو۔ تمہیں ان
کی زبانی میرے قول کی صداقت ظاہر ہو جائے گی ۔ چنانچہ انہوں نے بالاتفاق
شیخ ابو یعقوب یوسفؒ بن ایوب بن یوسف ہمدانی کو جو بغداد میں نووارد
تھے اور شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن کردی کو جو بغداد میں مقیم تھے ۔ انتخاب کیا اور
یہ ہر دو بزرگ صاحب کشف و کرامات تھے ۔ حاضرین نے آپ سے عرض

لہ شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی اکابر مشائخ خراسان میں سے بہت مشہور ہیں صاحب کشف
و کرامات اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے ۔ قریہ بوزنجرد میں جو ہمدان سے ساوہ کی طرف
ایک منزل کے فاصلے پر ہے قریباً ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ہرات سے مرو کو واپس آتے ہوئے
باز غیس کے نواح میں قصبہ یا معین میں ۱۲ ربیع الاول ۵۳۵ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے
مگر کچھ مدت کے بعد مرو میں منتقل کئے گئے اور وہیں اس خطرے میں جو آپ کیطرف منسوب ہے مدفون
ہوئے آپ کا مزار مشہور ہے لوگ زیارت کو آتے ہیں ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے ۔ دو
عالموں نے جو مجلس میں حاضر تھے ۔ آپ سے کہا چپ رہ تو بدعتی ہے ۔ آپ نے فرمایا، چپ رہو۔
تم زندہ نہ رہو گے ۔ پس ان دونوں کا وہیں انتقال ہو گیا ۔ ایک دفعہ ہمدان کی ایک عورت
روتی ہوئی آپ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میرے بیٹے کو فرنگی پکڑ کے لے گئے ہیں ۔ آپ نے
فرمایا صبر کرو مگر اس سے صبر نہ ہو سکا ۔ اس لئے آپ نے یوں دعا فرمائی ۔ یا اللہ اس کی بیڑیاں
کھول دے اور اسے کشائش عطا فرما پھر فرمایا، چلی جا، تو اپنے بیٹے کو گھر پائے گی ۔ چنانچہ

کی کہ ہم آپ کو اس غرض کے لئے آئندہ جمعہ تک مہلت دیتے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا، تم یہیں بیٹھے رہو یہاں تک کہ تمہارے نزدیک یہ امر ثابت ہو جائے پھر آپ نے مراقبہ میں سر جھکا لیا اور حاضرین نے بھی سر جھکا لئے۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ شیخ یوسف ننگے پاؤں دوڑتے آئے یہاں تک کہ مدرسے میں داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ اس وقت اللہ تعالےٰ نے مجھے دکھا دیا کہ شیخ حماد مجھ سے فرما رہے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مدرسے میں جلدی جاؤ۔ اور وہاں جو مشائخ جمع ہیں اُن سے کہہ دو کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے میری نسبت جو خبر دی ہے وہ سچ ہے۔ شیخ یوسف اپنا کلام ختم نہ کرنے پائے تھے کہ شیخ عبدالرحمٰن بھی آگئے اور انہیں نے بھی وہی بیان کیا جو شیخ یوسف نے کیا تھا۔ پس تمام مشائخ نے سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے معافی مانگی۔ (بہجہ صـ۵۳-۵۴)

جب وہ گھر آئی تو بیٹے کو موجود پایا۔ حیران ہو کر اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا۔ میرے پاؤں میں بیڑیاں تھیں، مجھ پر پہرا لگا ہوا تھا کہ ایک شخص جسے میں نے کبھی نہیں دیکھا میرے پاس آیا اور مجھے اٹھا کر ایک آنکھ جھپکنے میں یہاں لے آیا یہ سنکر وہ عورت شیخ کے پاس آئی۔ آپ نے فرمایا کیا تو امر الٰہی سے تعجب کرتی ہے خدا کے مخلص بندے ایسے ہیں جن کو اپنے مقاصد میں تصرف عطا فرمایا ہے (بہجہ صـ۱۴۲۔ معجم البلدان)

مغیبات پر مطلع ہونا۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کثرت سے مغیبات پر اطلاع دی کہ کسی ولی کو نہیں دی۔ چنانچہ شیخ ابو القاسم بزاز اور ابو حفص عمر کیمیاتی نے بغداد میں ۵۹۱ھ میں بیان کیا کہ سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ علیٰ رؤس الاشہاد مجلس میں ہوا میں چلا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ سورج نہیں نکلتا جب تک کہ مجھے سلام نہ کرے۔ سال میرے پاس آتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ مجھ میں فلاں فلاں واقعات ہوں گے۔ اسی طرح مہینہ ہفتہ اور دن مجھے سلام کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ ہم میں فلاں فلاں امر واقع ہو گا۔ مجھے اپنے ربّ کی عزت کی قسم کہ لوح محفوظ میں نیک و بد میری آنکھوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ میں مشاہدہ الٰہی اور علم الٰہی کے سمندروں میں غوطہ زن ہوں۔ میں تم سب پر حجت اللہ ہوں۔ میں روئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب و وارث ہوں۔ (بہجہ ص۲۳)

شیخ المشائخ زین العلماء بدیع الدین ابو القاسم خلف بن عیاش شافعی نے ۶۰۵ھ میں بیان کیا کہ شافعی زمانہ ابو عمر و عثمان بن اسماعیل نے مجھے بغداد میں بھیجا تاکہ میں ان کے لئے مسند امام احمد بن حنبل کا نسخہ حاصل کروں جب میں بغداد میں آیا تو میں نے لوگوں کو شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کے ذکر پر فریفتہ پایا میں نے اپنے دل میں کہا اگر یہ شخص ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے تو میرے دل کی بات مجھے بتا دے گا۔ پھر میں نے خلاف عادت صورت سوچی اور اپنے جی میں کہا۔ میں

چاہتا ہوں کہ جب میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں اور ان سے سلام کہوں۔ تو وہ میرے سلام کا جواب نہ دیں بلکہ مجھ سے منہ پھیریں اور اپنے خادم سے کہیں کہ اس آنے والے شخص کے قرعہ (اجلائے بے موازسر) کے مطابق چھوہارے کا ٹکڑا اور شہد ایک ایک دانگ کا لاؤ۔ جو نہ دانہ بھر زیادہ اور نہ دانہ بھر کم ہو۔ جب خادم یہ دونوں چیزیں شیخ کے پاس لے آئے تو وہ پیشتر اس کے کہ میں ان سے سوال کروں اپنی کلاہ مجھے پہنا دیں اور میرے سلام کا جواب دیں۔ یہ جی میں ٹھان کر میں فوراً اٹھا اور شیخ کے مدرسے میں آیا۔ میں نے اُن کو محراب میں بیٹھے پایا۔ انہوں نے میری طرف اسطرح نگاہ کی۔ جس سے میں سمجھ گیا کہ ان کو ان تمام باتوں کا علم ہے جو میں نے دل میں ٹھان رکھی تھیں۔ میں نے ان سے سلام کہا انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا، بلکہ مجھ سے اپنا منہ پھیر لیا اور اپنے خادم سے کہا کہ اس آنے والے شخص کے قرعہ کے مطابق چھوہارے کا ایک ٹکڑا اور شہد ایک ایک دانگ کا لاؤ جو نہ دانہ بھر زیادہ اور نہ دانہ بھر کم ہو۔ اللہ کی قسم شیخ نے وہی الفاظ دھرائے جو میرے دل میں تھے اور ان میں سے کوئی بھی نہ چھوڑا جب خادم آگیا اور اُس نے میری کلاہ لی اور اس میں چھوہارے کا ٹکڑا رکھا تو وہ کلاہ گویا اس ٹکڑے کے لئے قالب تھی اور شہد میرے آگے پیش کیا گیا۔ پھر شیخ نے اپنی کلاہ مجھے پہنا دی اور میرے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھ سے فرمایا اے غلف تو یہ سب چاہتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے آپ کی خدمت میں قیام کیا اور آپ سے علم پڑھا اور حدیثیں سنیں۔ (بہجہ ص ۶۹)

شیخ زین الدین ابوالحسن علی بن ابی طاہر بن نجا بن غنائم انصاری دمشقی

واعظ نزیل مصر نے ۵۹۸ھ میں ذکر کیا کہ میں نے ایک دفعہ حج کیا اور میں اور میرا رفیق ہر دو بغداد میں آئے۔ ہم پہلے کبھی اس شہر میں نہ آئے تھے اور نہ یہاں کسی سے واقف تھے۔ ہمارے پاس ایک چھری کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہم نے اسے بیچ کر چاول خریدے اور کھائے، مگر سیر نہ ہوئے۔ پھر ہم سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس میں آئے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو آپ نے قطع کلام کر کے فرمایا۔ مسکین مسافر ہیں جو حجاز سے آئے ہیں۔ ان کے پاس ایک چھری کے سوا کچھ نہ تھا۔ انہوں نے اسے بیچ کر چاول خریدے اور کھائے مگر سیر نہ ہوئے۔ یہ سُن کر مجھے سخت تعجب ہوا۔ جب آپ اپنا کلام ختم کر چکے، تو آپ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔

میں نے آہستہ اپنے رفیق سے کہا تو کیا کھانا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ کشک[۱]۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں تو شہد چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ فوراً کشک اور شہد لاؤ۔ جب وہ لے آیا تو فرمایا کہ ان دونوں کے آگے رکھ دو۔ خادم نے کشک میرے آگے اور شہد میرے رفیق کے آگے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا یہ ٹھیک نہیں۔ اس کا عکس کرو۔ یہ سُن کر میں بے اختیار چلّا اُٹھا اور لوگوں کی گردنوں پر سے آپ کی طرف بھاگا۔ آپ نے فرمایا، ملک مصر کے واعظ کے لئے خیر مقدم ہو۔ میں نے عرض کی۔ میرے آقا! یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں تو الحمد شریف بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ کہنے کا امر ہوا ہے۔

---

[۱] کشک ایک قسم کا کھانا ہے ہریسہ کی مانند ہے جیسے گیہوں یا جَو کے آٹے اور بکری کے دُودھ سے تیار کرتے ہیں۔ کذا فی البرہان والسراج۔

راوی کا بیان ہے کہ میں آپ سے تعلیم پانے میں مشغول ہوا اور ایک سال میں اللہ تعالےٰ نے مجھے اتنا علم دیا کہ دوسروں کو بیس سال میں بھی نصیب نہ ہو اور میں نے بغداد میں وعظ کیا پھر میں نے مصر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ تو دمشق پہنچ کر غازیوں کو مصر میں داخل ہونے کے لئے تیار پائے گا تاکہ اس پر قابض ہو جائیں گے مگر ان سے کہہ دینا کہ اس دفعہ تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔ ہاں دوسری بار کامیاب ہو جاؤ گے۔ جب میں دمشق میں آیا۔ تو وہی حال پایا جو آپ نے ذکر فرمایا تھا اور میں نے ان سے وہی کہا جو آپ نے فرمایا تھا، مگر وہ باز نہ آئے۔ جب میں مصر میں پہنچا تو وہاں خلیفہ کو اُن کے مقابلے کے لئے تیار پایا۔ میں نے خلیفہ سے کہا، گھبراؤ مت۔ وہ ناکام واپس جائیں گے۔ اور تم فتح پاؤ گے۔ جب وہ غازی مصر پہنچے تو اُن کو شکست ہوئی۔ اس لئے خلیفہ نے مجھے اپنا ندیم خاص بنا لیا اور اپنے راز سے مجھے واقف کر دیا۔ پھر دوسری دفعہ غازی آئے تو وہ مصر پر قابض ہو گئے اور اس بات کے سبب جو میں نے ان سے دمشق میں کہی تھی انہوں نے میرا بڑا احترام کیا اور مجھے سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ایک کلمہ سے ہر دو سلطنت کیطرف سے ڈیڑھ لاکھ دینار ملے۔ شیخ زین الدین موصوف کو مصر میں خاص و عام میں قبولیت حاصل ہوئی۔ وہاں وہ مجلس وعظ منعقد کیا کرتے تھے اور لوگ ان کے وعظ سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے وہیں ۵۹۹ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کی پیدائش دمشق میں ۵۰۸ھ میں ہوئی تھی۔

(بہجہ صد ۷۳)

ابو عبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلی ذکر کرتے ہیں کہ میرے باپ نے ہمیں

خبر دی کہ ۵۶۰ھ میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے خضر! تو موصل میں چلا جا۔ تیری پشت میں اولاد ہے جو وہاں پیدا ہوگی سب سے پہلے لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمد ہوگا۔ ایک بغدادی نابینا حافظ علی نام اس کو سات مہینے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرادے گا اور تیری عمر ۹۴ سال ایک ماہ، ۷ دن ہوگی۔ اور تواریل میں صحیح الحواس مرے گا۔

ابو عبداللہ کا بیان ہے کہ میرے والد موصل میں سکونت پذیر ہوئے۔ میں وہاں شروع صفر ۶۰۱ھ میں پیدا ہوا۔ میرے والد ایک نابینا حافظ کے پاس مجھے قرآن پڑھانے کے لئے لائے۔ میں نے سات مہینے میں سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ میرے والد نے اس حافظ سے نام و سکونت دریافت کی، تو اس نے کہا کہ میرا نام علی ہے اور میرے شہر کا نام بغداد ہے۔ اُس وقت میرے والد کو سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یاد آیا۔ میرے والد نے ۹ صفر ۶۲۵ھ میں اربل میں بعمر ۹۴ سال ایک ماہ، ۷ روز میں وفات پائی اور وقت وفات ہوش و حواس قائم تھے۔ (بہجہ ص ۷۹)

شیخ ابو محمد مفرج بن نبہان کا قول ہے کہ جب سیدنا شیخ محیّ الدین عبدالقادر کی شہرت ہوگئی تو بغداد کے سو بڑے بڑے عالموں نے اتفاق کیا کہ ہم میں سے ہر ایک حضرت غوث اعظم سے جدا جدا مسئلہ پوچھے تاکہ اس طرح آپ کو ساکت کر دیا جائے۔ وہ اس ارادے سے آپ کی مجلس وعظ میں آئے۔ میں اُس مجلس میں حاضر تھا۔ جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے سر جھکایا اور آپ کے سینۂ مبارک سے نور کی شعاع ظاہر ہوئی۔ جس کو اُنہی نے دیکھا جسے اللہ نے دکھانا چاہا۔ وہ

شعاع ان سو کے سینوں پر سے گزری، جس کے سینے پر گزرتی وہ حیران ومضطر ہوجاتا۔ پھر سب ایک ہی دفعہ چلّائے، انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے کر لیے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کرسی کی طرف بڑھے اور اپنے سر آپ کے پاؤں پر رکھے اور اہل مجلس نے ایسا شور کیا جس سے بغداد گونج اٹھا۔ پس آپ نے سب کو یکے بعد دیگرے اپنے سینے سے لگایا۔ پھر آپ نے ایک سے فرمایا کہ تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے اسی طرح باقی عالموں سے فرمایا، جب مجلس برخاست ہوگئی تو میں اُن عالموں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم بیٹھ گئے تو ہمارا سب علم سلب ہوگیا۔ جب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ہمیں اپنے سینے سے لگایا تو پھر بحال ہوگیا۔ آپ نے جو سوالات بیان فرمائے وہ وہی ہیں جو ہم نے سوچ رکھے تھے اور اُن کے جوابات جو دیئے ہیں معلوم نہ تھے۔ (بہجۃ الاسرار۔ صفحہ ۹۶)

شیخ ابوالمظفر منصور بن المبارک الواسطی الواعظ معروف بجرادہ ذکر کرتے ہیں کہ میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اُس وقت جوان تھا۔ اور میرے پاس فلسفہ وعلوم الروحانیات کی ایک کتاب تھی۔ آپ نے قبل اس کے کہ میری کتاب دیکھیں یا اس کا مضمون دریافت فرمائیں۔ مجھ سے فرمایا، منصور! یہ کتاب تیرا بُرا ساتھی ہے اُٹھ اسے دھو دے۔ میرے دل نے اس کا دھو ڈالنا گوارا نہ کیا کیونکہ مجھے اس سے محبت تھی۔ اور اس کے چند مسائل واحکام مرغوب خاطر تھے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے سامنے سے اٹھ جاؤں اور کتاب کو گھر میں جا رکھوں اور آپ کے خوف سے اُسے نہ اٹھاؤں

اس نیت سے میں اُٹھنے کو تھا، کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تعجب کی نگاہ سے میری طرف دیکھا۔ پس میں اُٹھ نہ سکا۔ اور قیدی کی مثل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا، مجھے اپنی کتاب دو۔ میں نے جو اُسے کھولا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ فقط سفید کاغذ ہے جس پر ایک حرف تک لکھا ہوا نہیں۔ میں نے وہ کتاب آپ کو دے دی۔ آپ نے ورق گردانی کے بعد فرمایا، یہ کتاب فضائل قرآن ہے یہ محمد بن ضریس ؒ کی تصنیف ہے اور مجھے واپس کر دی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سچ مچ فضائل قرآن ہے جو ابن ضریس کی تصنیف ہے اور نہایت ہی خوشخط لکھی ہوئی ہے پھر آپ نے فرمایا کیا تو توبہ کرتا ہے کہ اپنی زبان سے وہ بات کہے جو تیرے دل میں نہ ہو۔ میں نے عرض کی ہاں۔ ابو المظفر کا بیان ہے کہ میں وہاں سے اٹھا، تو مسائل فلسفیہ و احکام الروحانیات جو مجھے یاد تھے سب بھول گئے اور میرے باطن سے ایسے محو ہو گئے کہ گویا کبھی ذہن میں آئے ہی نہ تھے۔ (بہجہ ص۴۸)

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الفتح الہروی جو حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پہلے خادم تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ مجھے محمد طویل پکارا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے عرض کی۔ آقا۔ میں تو لوگوں سے چھوٹا ہوں۔ آپ نے فرمایا، تو طویل العمر اور طویل الاسفار ہے۔ چنانچہ الیسا ہی وقوع میں آیا۔ کیونکہ شیخ محمد ایک سو ستّر ۱۳۰ سال زندہ رہے اور انہوں نے اپنی سیاحت میں عجائبات اور دور دراز ملک دیکھے اور کوہ قاف تک پہنچے۔ (بہجہ ص۵۷)

۱ے کشف الظنون میں ابن الفریس لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قضائے حاجات

شیخ ابوالخیر محمد بن محفوظ نے بغداد میں اپنے مکان واقع باب الازج میں بتاریخ ۳ رجب سنہ ۵۹۳ھ بیان کیا کہ میں از شیخ ابوالمسعود بن ابی بکر۔ شیخ محمد بن قائداوانی۔ شیخ ابومحمد حسن فارسی۔ شیخ جمیل۔ شیخ ابوالقاسم عمر بزاز شیخ ابوحفص عمر غزال۔ شیخ خلیل بن احمد صرصری۔ شیخ ابوالبرکات علی بطائحی شیخ ابوالفتوح نصر معروف ابن الخفری۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن الوزیر عون الدین ابوالفتوح عبداللہ بن ہبتہ اللہ۔ ابوالقاسم علی بن محمد بن الصاحب بغداد میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے مدرسے میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی حاجت طلب کرو۔ میں عطا کروں گا۔ شیخ ابوالسعود نے کہا میں ترکِ اختیار چاہتا ہوں۔ شیخ ابن قائد نے کہا میں مجاہدے کی قوت چاہتا ہوں۔ شیخ بزاز نے کہا میں خوف الٰہی چاہتا ہوں۔ شیخ فارسی نے کہا اللہ تعالےٰ کے ساتھ میرا ایک حال تھا جسے میں کھو بیٹھا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہی حال پھر وارد ہو جائے۔ شیخ جمیل نے کہا میں حفظ وقت چاہتا ہوں۔ شیخ عمر غزال نے کہا میں علم کی زیادتی چاہتا ہوں شیخ خلیل صرصری نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے موت نہ آئے یہاں تک کہ مقام قطبیت حاصل کر دں۔ شیخ ابوالبرکات نے کہا میں محبت الٰہی میں استغراق چاہتا ہوں۔ شیخ ابوالفتوح بن خضری نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے قرآن وحدیث حفظ ہو جائے۔ میں نے کہا میں معرفت چاہتا ہوں جس سے موارد ربانیہ اور موارد غیر

ربانیہ میں تمیز کر سکوں۔ ابو عبداللہ محمد بن الوزیر عون الدین نے کہا میں نائب وزیر بننا چاہتا ہوں۔ ابوالفتوح بن ھبتہ اللہ نے کہا میں خلیفہ کے گھر کا استاد بننا چاہتا ہوں ابوالقاسم بن الصاحب نے کہا میں خلیفہ کی دربانی چاہتا ہوں۔

تمام کی حاجات سن کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا۔
كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (بنی اسرائیل۔ ع)

شیخ ابوالخیر کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم سب کو ہی ملا جو انہوں نے طلب کیا تھا۔ میں نے ہر ایک اسی حالت میں دیکھا جو وہ چاہتا تھا سوائے شیخ خلیل کے کیوں کہ وہ وقت نہ آیا تھا جس میں ان سے قطبیت کا وعدہ تھا۔

(بہجہ صنہ ۳)

✶

ترجمہ:۔ ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں ان کو اور ان کو تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں گھیری۔

دُور دراز فاصلے سے مدد کرنا

شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبد الحق حریمی نے بغداد میں ۵۶۹ھ میں بیان کیا کہ ایک شنبہ ۳ - ماہ صفر ۵۵۵ھ میں ہم سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے پاس آپ کے مدرسے میں حاضر تھے آپ اُٹھے اور نعلین چوبین میں وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی - جب آپ نے سلام پھیرا تو زور سے نعرہ مارا اور ایک نعلین لیکر ہوا میں پھینک دی - وہ ہماری نظر سے غائب ہو گئی - پھر آپ نے دوسرا نعرہ مارا اور دوسری نعلین شریف ہوا میں پھینک دی - وہ بھی ہماری نظر سے غائب ہو گئی - پھر آپ بیٹھ گئے اور کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی - بعد ازاں ۲۳ دن کے بعد بلادِ عجم سے قافلہ آیا وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کے لئے نذر ہے - پس وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے - آپ نے فرمایا ان سے نذر لے لو - اُنہوں نے ہم کو آدھ سیر ریشم اور خز کے کپڑے اور سونا اور نعلین دیئے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اُس دن پھینکے تھے - ہم نے ان سے دریافت کیا کہ یہ نعلین تمہیں کہاں سے ملیں - انہوں نے کہا کہ یک شنبہ ۳ ماہ صفر کو ہم چل رہے تھے کہ ناگاہ عرب ہم پر آپڑے، جن کے دو سر گروہ تھے - انہوں نے ہمارا مال لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو قتل کر ڈالا - اور وہ وادی میں تقسیم کرنے کے لئے اُترے اور ہم کنارۂ وادی پر اُترے - ہم نے کہا، اگر ہم اُس وقت شیخ محی الدین کا نام لیں اور بصورت سلامت اپنے مال میں سے آپ کے لئے کچھ نذر مان لیں، تو بہتر ہے پس

جب ہم نے آپ کا نام لیا تو ہم نے دو نعرے سُنے، جن سے جنگل گونج اُٹھا اور ہم نے ان کو خوف زدہ پایا۔ ہم نے گمان کیا کہ دوسرے عرب ان کے پاس آ گئے ہیں پس ان میں سے بعض ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے آؤ اپنا مال لے لو۔ اور دیکھو کہ ہم پر ناگاہ کیا مصیبت ٹوٹ پڑی۔ پھر وہ ہم کو اپنے سرگروہوں کے پاس لائے۔ ہم نے ہر دو کو مردہ پایا۔ ہر ایک کے پاس ایک نعلین چوبیں پانی سے بھیگا ہوا پڑا تھا۔ پس انہوں نے ہمارا مال ہمیں واپس کر دیا اور کہا کہ اس کا کوئی بڑا سبب ہے (بہجہ ص۶۷)

ابوالمعالی عبدالرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی نے بیان کیا کہ حافظ ابو عبداللہ محمد بن محمود بن النجار بغدادی نے بغداد میں ہمیں خبر دی کہ مجھے شیخ عبداللہ جبائی نے لکھا اور میں نے ان کے خط سے نقل کیا کہ میں ہمدان میں اہل دمشق میں سے ایک شخص سے ملا، جس کو ظریف کہتے تھے۔ اُس نے ذکر کیا کہ میں نیشاپور یا کہا خوارزم کے راستے میں بشر قرظی سے ملا اور اس کے ساتھ چودہ اُونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم ایک خطرناک جنگل میں اُترے جہاں خوف کے مارے بھائی بھائی کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ جب ہم نے شروع رات بوجھ لادے، تو چار لدے ہوئے اونٹوں کو نہ پایا میں نے ہر چند تلاش کی، مگر نہ ملے۔ قافلہ چل دیا اور میں اونٹوں کو ڈھونڈنے کے لئے پیچھے رہ گیا اور شتربان بھی میری خیر خواہی کے لئے میرے ساتھ ٹھہر گیا ہم نے اونٹوں کو بہت ڈھونڈا، مگر نہ پایا۔ جب صبح نمودار ہوئی، تو مجھے سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول یاد آیا کہ اگر تو کسی سختی

میں مبتلا ہو تو مجھے پکار۔ وہ سختی جاتی رہے گی۔ اس لئے میں نے یوں فریاد کی۔ یا شیخ عبدالقادرؓ! میرے اونٹ گم ہوگئے ہیں۔ یا شیخ عبدالقادرؓ! میرے اونٹ گم ہوگئے ہیں۔ پھر مشرق کی طرف جو توجہ کی، تو میں نے فجر کی روشنی میں ٹیلے پر ایک شخص کو دیکھا جس پر نہایت سفید کپڑے تھے، وہ اپنی آستین سے مجھے اشارہ کر رہا تھا، یعنی کہہ رہا تھا کہ ادھر آؤ۔ جب ہم ٹیلے پر چڑھے تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ پھر ہم نے چاروں اونٹ ٹیلے کے نیچے بیٹھے دیکھے۔ وہ ہم نے پکڑ لئے اور قافلے سے جا ملے۔

ابوالمعالی کا قول ہے کہ پھر میں شیخ ابوالحسن علی خباز کے پاس آیا اور اس سے یہ ماجرا کہہ سنایا۔ اس نے کہا کہ میں نے شیخ ابوالقاسم عمر بزاز کو سنا کہ کہتے تھے کہ میں نے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ فرماتے تھے " جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کی، وہ مصیبت دور ہوگئی۔ جس نے کسی سختی میں میرا نام پکارا وہ سختی جاتی رہی۔ جس نے کسی حاجت میں اللہ کی طرف میرا وسیلہ پکڑا۔ وہ حاجت پوری ہوگی۔ اور جو شخص دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ بار پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے، خدا کے حکم سے وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ (بہجہ صفحہ ۱۰۲)

ایک روز شیخ صدقہ بغدادی رضی اللہ عنہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں آئے اور بیٹھ گئے۔ اور دوسرے مشائخ بھی حضرت کی آمد کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت نکلے تو کرسی پر رونق افروز ہوئے اور کچھ کلام

نہ فرمایا اور نہ قاری کو حکم دیا کہ کوئی آیت پڑھے، مگر لوگوں میں بڑا وجد پیدا ہوا۔ شیخ صدقہ نے اپنے جی میں کہا۔ حضرت نے کچھ کلام نہیں فرمایا اور نہ قاری نے کچھ پڑھا یہ وجد کہاں سے ہے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے شیخ کی طرف نگاہ کی اور فرمایا، میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں تک ایک قدم میں آیا ہے اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ حاضری مجلس تمام اس کی ضیافت میں ہیں۔ شیخ نے دل میں کہا، جس کا ایک قدم بیت المقدس سے بغداد تک ہو، وہ کس بات سے توبہ کرتا ہے اور اُسے پیر کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے شیخ کی طرف توجہ کی اور فرمایا وہ جو ہوا میں اُڑتا ہے توبہ کرتا ہے کہ پھر ایسا نہ کرے گا اور وہ محتاج ہے اس بات کا کہ میں اُسے محبت الٰہی کا طریقہ سکھاؤں۔

پھر حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انا سیفی مشهور د قوسی موتود د بنالی مفوقة د سهامی صائبة ورمحی مصوب وفرسی مسرج انا نار اللہ الموقدة انا سلاب الاحوال انا بحر بلا ساحل انا دلیل الوقت انا المتکلم فی غیری انا المحفوظ انا الملحوظ یا صوام یا قوام یا اهل الجبال دکت جبالکم یا اهل الصوامع هدمت صوامعکم اقبلوا اصوامعکم اقبلوا الی امر اللہ انا امر من امر اللہ یا بینات الطریق یا دجال یا البطال یا اطفال هلموا دخذ واعن البحر الذی لا ساحل له

ترجمہ :- میری تلوار میان سے کھنچی ہوئی ہے، میری کمان پر چلّہ چڑھا ہوا ہے۔ میرے سوفار تیر شست میں رکھے ہوئے ہیں۔ میرے تیر نشانہ پر پہنچنے والے

ہیں۔ میرا تیرہ خطا نہیں کرتا۔ میرے گھوڑے پر زین کسا ہوا ہے۔ میں اللہ کی آتشِ سوزاں ہوں۔ میں احوال کا سلب کرنے والا ہوں۔ میں بحرِ بے کنار ہوں۔ میں اپنے وقت کا رہنما ہوں۔ میں اپنے غیر میں کلام کرنے والا ہوں۔ میں محفوظ ہوں۔ میں ملحوظ ہوں۔ اے روزہ دارو۔ اے رات کے جاگنے والو، اے پہاڑوں کے رہنے والو پست ہوں تمہارے پہاڑ۔ اے صومعہ نشینو! منہدم ہوں تمہارے صومعے! اللہ کے امر کی طرف آؤ۔ میں اللہ کا امر ہوں۔ اے رستہ چلنے والو! اے مردو! اے پہلوانو! اے لڑکو آؤ اور اس سمندر سے فیض لو جس کا کنارہ نہیں۔" (بہجہ۔ ص۲۱)

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت غوثِ اعظم سیّدنا شیخ محی الدّین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے مریدین و معتقدین و محبیّن کی مدد کے لئے خواہ نزدیک ہوں یا دُور ہر وقت تیار ہیں، اسی واسطے سلسلہ قادریہ میں وظیفہ یا شیخ عَبْدُ الْقَادِر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہِ معمول ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات میں اپنا تجربہ بدیں الفاظ بیان فرماتے ہیں۔

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد۔ با ہیچ کس از اہل ایں طریقہ نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت مبذول نیست۔ ہم چنیں عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است۔ مغلاں در صحرا یا وقت خواب اسباب و اسپانِ خود بہ حمایت

حضرت خواجہ مے سپارند۔ وتائیدات از غیب ہمراہ ایشاں مے شود۔ دریں باب حکایات بسیارست تحریر آں باطالت مے رساند۔ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائرانِ مزار خود عنایت بسیار مے فرمانید۔ ہم چنیں شیخ جلال پانی پتی التفات ہائے نمانید۔

(کلمات طیبات مطبوعہ مجتبائی دہلی صہ ۸۳)

وفات شریف

شیخ ابوالقاسم ولف بن احمد بن محمد بغدادی حریمی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ رمضان ۵۶۰ھ میں بیمار ہوگئے۔ جب دوشنبہ کو انتیس تاریخ ہوئی۔ اور ہم بھی آپ کے پاس تھے اور اُس دن شیخ علی بن ابی نصر الہیتی۔ شیخ نجیب الدین عبدالقاہر سہروردی۔ شیخ ابوالحسن جوسقی اور قاضی ابویعلے محمد بن محمد بن عبدالبراء بھی حاضر خدمت تھے۔ ایک شخص صاحب وقار آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔

"اے اللہ کے ولی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ۔ میں ماہِ رمضان ہوں۔ آپ سے اس امر کی معافی چاہتا ہوں، جو آپ پر مجھ میں مقدر کیا گیا ہے اور آپ سے جدا ہوتا ہوں آپ سے یہ میری آخری ملاقات ہے۔"

پھر وہ شخص چلا گیا، جس طرح اُس نے کہا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا کیونکہ آپ نے رمضان آئندہ نہ پایا اور وہ ربیع الآخر ۵۶۱ھ[1] میں وصال فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ (بہجہ۔ ص۲۲)

کسی نے ایک ہی بیت میں آپ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات اور مقدار عمر کو کس خوبی سے بیان کیا ہے ؎

---

[1] شنبہ کی رات ۸ ربیع آلاخر۔ بقول ابن النجار شنبہ کی رات ۱۰ ربیع آلاخر (قلائد ص۱۳۴)

اِنَّ بَازَ اللہِ سُلطَانُ الرِّجَالِ   جَآءَ فِیْ عِشْقٍ وَّمَاتَ فِیْ کَمَالِ

(بے شک اللہ کا باز مردوں کا سلطان ہے   وہ عشق میں آیا اور کمال میں وفات پائی)

اس بیت میں کلمہ عشق کے عدد چار سو ستر ہیں جو آپ کی تاریخ ولادت ہے اور کلمہ کمال کے عدد اکانوے ہیں جو مقدار عمر شریف ہے۔ اور کلمہ عشق کو جب کلمہ کمال کے ساتھ ملا دیں تو پانسو اکسٹھ ہوتے ہیں۔ جو تاریخ وفات ہے۔

حُلیہ مُبارک

آپ کا حلیہ مبارک یوں مذکور ہے۔ رنگ گندم گون۔ لاغر جسم۔ میانہ قد۔ سینہ کشادہ۔ ڈاڑھی لمبی چوڑی۔ ہر دو ابرو متصل۔ آنکھیں سیاہ آواز بلند۔ روش نیک۔ قدر بلند علم کامل۔ (بہجہ صفحہ ۹۰)

اُولاد

آپ کے صاحبزادے عبدالرزاق کے بیان کے مطابق آپ کے ہاں انچاس بچے ہوئے۔ جن میں سے بیس لڑکے تھے اور باقی لڑکیاں تھیں۔

(فوات الوفیات جزء ثانی ص۳)

آپ کی اولاد نرینہ میں سے مشہور یہ ہیں

نام	سن ولادت	سن وفات	جائے دفن
شیخ عبدالوہاب	شعبان ۵۲۲ھ	۲۵ شوال ۵۹۳ھ	بغداد - مقبرہ حلبہ
" عیسےٰ	×	۱۲ رمضان ۵۷۳ھ	قرافہ مصر
" عبدالعزیز	شوال ۵۳۲ھ	۱۸ ربیع الاول ۶۰۲ھ	جبال
" جبار	×	۱۹ ذی الحجہ ۵۷۵ھ	بغداد - حلبہ
" عبدالرزاق	۱۸ ذی القعد ۵۲۸ھ	۶ شوال ۶۰۳ھ	بغداد - باب حرب
" محمد	×	۲۵ ذی القعد ۶۰۰ھ	بغداد - حلبہ
" عبداللہ	۵۰۸ھ	۱۷ صفر ۵۸۹ھ	بغداد
" یحییٰ	۵۵۵ھ	۶۰۰ھ	بغداد - حلبہ
" موسےٰ	ربیع الاول ۵۳۹ھ	جمادی الاخری ۶۱۰ھ	قاسیون
" ابراہیم	×	۵۹۲ھ	واسط

آپ کی اولاد اشراف کے تفصیلی حالات مطولات میں دیکھنے چاہیئں۔ یہاں ان کے ایراد کی گنجائش نہیں۔

تصنیفات

غنیہ الطالبین ۔ فتوح الغیب ۔ فتح ربانی ۔ جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر۔ یواقیت الحکم وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔

ارشادات

یہاں بطور تبرک آپ کے چند ارشادات کا اردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے تفصیل کے لئے آپ کی تصانیف اور کتب مناقب کا مطالعہ کرنا چاہیے ۔

۱۔ بنائے تصوّف

سیّدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے صاحبزادے سے فرماتے ہیں میں تجھے امور ذیل کی وصیّت کرتا ہوں ۔

اللہ کا تقویٰ اور اس کی فرمانبرداری ۔ ظاہر شریعت کے احکام کی پابندی سینہ کی صفائی (حسد، کینہ وغیرہ سے) نفس کی جوانمردی ۔ چہرہ کی بشاشت ۔ عطا کردنی چیز کا دے ڈالنا ۔ خلقت کو ایذا نہ دینا ۔ خلقت کی ایذا برداشت کرنا ۔ درویشی ۔ پیروں کی حرمت نگاہ رکھنا ۔ برادرانِ دین سے نیک صحبت رکھنا ۔ چھوٹوں کو نصیحت کرنا ۔ رفیقوں سے لڑائی ترک کرنا ۔ ایثار کا لازم پکڑنا ۔ مال ذخیرہ کرنے سے پرہیز کرنا ۔ اس شخص کی صحبت ترک کرنا جو سالکوں کے زمرہ میں نہ ہو ۔ دین و دنیا کے کاموں میں مسلمانوں کی مدد کرنا ۔ حقیقی فقر یہ ہے کہ تو خلقت کا محتاج نہ ہو اور حقیقی تونگری یہ ہے کہ تو خلقت سے بے نیاز ہو ۔ تصوّف قیل و قال سے نہیں لیا گیا ، بلکہ بھوک سے اور نفس کی مالوفات و مستحسنات کے ترک کرنے سے ۔ فقیر کو علم (مطالبہ احکام) سے ابتدا نہ کر بلکہ نرمی سے ابتدا کر

کیونکہ مطالبۂ احکام اس کو متنفر کر دے گا اور نرمی سے اس میں انس پیدا ہو گا۔

تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔ سخاوتِ ابراہیم علیہ السلام۔ رضائے اسحاق علیہ السلام۔ صبرِ ایوب علیہ السلام۔ اشارت و مناجات زکریا علیہ السلام تجرد و تضرع یحییٰ علیہ السلام۔ صوفِ موسیٰ علیہ السلام۔ سیاحت عیسیٰ علیہ السلام۔ فقر سیدنا و نبینا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (فتوح الغیب۔ مقالہ ۷۵)

ب۔ ترتیب اشغال

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مومن کو چاہیئے کہ پہلے فرائض میں مشغول ہو۔ جب فرائض سے فارغ ہو تو سنتوں میں مشغول ہو۔ پھر عباداتِ نافلہ میں مشغول ہو۔ پس جب تک کہ فرائض سے فارغ نہ ہو، سنتوں میں مشغول ہونا جہالت و رعونت ہے۔ پس اگر فرائض سے پہلے سنتوں اور نوافل میں مشغول ہو تو اس سے قبول نہ کئے جائیں گے اور وہ خوار کیا جائے گا پس فرائض کو چھوڑ کر سنن و نوافل ادا کرنے والے کا حال اس مرد کے حال کی مانند ہے، جسے بادشاہ اپنی خدمت کے لئے بلائے، مگر وہ بادشاہ کے پاس نہ آئے بلکہ اُس امیر کی خدمت میں قیام کرے، جو بادشاہ کا غلام و خادم اور اس کے دست قدرت و تصرف میں ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمے قرض ہو اور وہ نوافل پڑھے۔ اُس کا حال اُس حاملہ عورت کا سا ہے کہ جب جننے کا وقت آئے

تو اسقاط کر دے ۔ پس (باعتبار انتفاء مقصود) وہ عورت نہ حاملہ ہے نہ جلنے والی ۔ یہی حال ہے مصلّی مذکور کا ۔ اللہ اس سے نفل قبول نہ کرے گا ۔ یہاں تک کہ وہ فرض ادا کرے ۔ اور نیز مصلّی مذکور کا حال اس سوداگر کا سا ہے کہ جس کو نفع حاصل نہیں ہوتا ۔ یہاں تک کہ وہ اپنا سرمایہ لے ۔ اسی طرح اُس شخص کا حال ہے جو سنت کو ترک کرے اور اُن نوافل میں مشغول ہو جو فرائض کے ساتھ رواتب و دائمی نہیں اور شارع علیہ السلام کی طرف سے ان کی تصریح نہیں کی گئی اور نہ ان کی نسبت تاکید کی گئی ہے ۔ چنانچہ منجملہ فرائض ہے حرام کا ترک کرنا اور اللہ عزّ و جل کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک نہ ٹھہرانا اور اس کی قضا و قدر پر اعتراض نہ کرنا اور معصیت میں مخلوق کی فرمانبرداری نہ کرنا اور اللہ کے امر و طاعت سے روگردانی نہ کرنا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں ۔

(فتوح الغیب مقالہ ۴۸)

ج ۔ اسم اعظم

سیدنا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسم اعظم "اللہ" ہے تیری دعا قبول ہوگی ، جس وقت تو اللہ کہے اور تیرے دل میں غیر اللہ نہ ہو عارف کا بسم اللہ کہنا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا کُن کہنا ۔ یہ کلمہ اندوہ و اندیشہ کا ازالہ کرتا ہے اور غم کو دُور کرتا ہے ۔ یہ کلمہ ہے جو زہر کو باطل کر دیتا ہے یہ وہ کلمہ ہے جس کا نور عام ہے ۔ اللہ ہر غالب پر غالب ہے ۔ اللہ مظہر عجائب ہے ۔ اللہ کی قدرت بلند ہے ۔ اللہ کی بارگاہ محکم ہے ۔ اللہ بندوں

سے آگاہ ہے۔ اللہ دل کا نگہبان ہے۔ اللہ سرکشوں کے مغلوب کرنیوالا ہے اللہ متکبر سلاطین کے شکست دینے والا ہے۔ اللہ ظاہر و باطن کا حاکم ہے۔ اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ جو اللہ کا ہو رہے وہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ جو اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ غیر اللہ کو نہیں دیکھتا جو اللہ کی راہ میں چلتا ہے وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور جو اللہ تک پہنچ جاتا ہے، وہ اللہ کی پناہ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اللہ سے انس رکھتا ہے۔ جو غیروں کو ترک کر دے اُس کا وقت اللہ کے ساتھ صاف ہوتا ہے تو اللہ کا دروازہ کھٹکھٹا۔ تو اللہ کی پناہ لے۔ تو اللہ پر بھروسہ کر۔ اے روگردان تو اللہ کی طرف رجوع کر۔ محب اس پرندے کی طرح جو درختوں میں نہیں سوتا وقت سحر کی خلوت میں اپنے حبیب سے مناجات کرتا ہے قرب کی خوشبو دار ہوا ان کے دلوں پر چلتی ہے پس وہ اپنے رب کے مشتاق ہوتے ہیں۔ تم مجھے تسلیم و تفویض کے ساتھ یاد کرو۔ میں تمہیں انسب اختیار کے ساتھ یاد کروں گا۔ اس کا بیان اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ تم مجھے شوق و محبت سے یاد کرو۔ میں تم کو وصال و قربت سے یاد کروں گا۔ تم مجھے حمد و ثنا سے یاد کرو میں تمکو احسان و جزا سے یاد کروں گا تم مجھے توبہ سے یاد کرو میں تمکو گناہ کی معافی سے یاد کروں گا۔ تم مجھے دعا سے یاد کرو میں تمہیں سوال سے یاد کرو۔ میں تمہیں نوال یعنی بخشش سے یاد کروں گا تم مجھے غفلت کے بغیر یاد کرو میں تمہیں مہلت کے بغیر یاد کروں گا۔ تم مجھے پشیمانی کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں کرم کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے معذرت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں مغفرت کے ساتھ یاد کروں۔ تم مجھے ارادہ سے یاد کرو میں

تمہیں افادہ سے یاد کروں گا۔ تم مجھے گناہ سے بیزاری کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں
احسان ونیکی کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے اخلاص یعنی بے ریا عبادت کے ساتھ
یاد کرو۔ میں تمہیں خلاص یعنی نجات کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے دلوں سے یاد
کرو، میں تمہیں غموں کے دُور کرنے کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے زبان سے یاد کرو
میں تمہیں امان سے یاد کروں گا۔ تم مجھے افتقار یعنی محتاجی کے ساتھ یاد کرو۔ میں
تمہیں اقتدار کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے عذر خواہی اور استغفار کے ساتھ یاد
کرو۔ میں تمہیں رحمت اور بخشش کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے ایمان کے ساتھ
یاد کرو میں تمہیں بہشت کے ساتھ یاد کرونگا۔ تم مجھے اسلام کے ساتھ یاد کرو، میں
تمہیں اکرام کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے دل سے یاد کرو میں تمہیں پردوں کے
دور کرنے کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے ذکر فانی کے ساتھ یاد کرو۔ میں تمہیں ذکر
باقی کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے زاری وتضرع کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں نیکی اور
بخشش کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے فروتنی اور عاجزی سے یاد کرو میں تمہیں
لغزشوں کی معافی سے یاد کروں گا۔ تم مجھے گناہ کے اقرار کے ساتھ یاد کرو۔ میں تمہیں
گناہ کے مٹانے کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے باطن کی صفائی سے یاد کرو۔ میں
تمہیں خالص نیکی سے یاد کروں گا۔ تم مجھے صدق کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں
نرمی کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے صفائی کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں معافی کے
ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے تعظیم کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں تکریم وعزت دینے
کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے تکبر یعنی بزرگی کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں نجات و
توقیر کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے ظلم چھوڑنے کے ساتھ یاد کرو۔ میں تمہیں حفظ وفا

کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے ترکِ خطا کے ساتھ یاد کرو، میں تمہیں طرح طرح کی عطا کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے کمال خدمت کے ساتھ یاد کرو، میں تمہیں نعمت کے تمام و کامل کرنے کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے یاد کرو جہاں تم ہو، میں تمہیں یاد کروں گا۔ جہاں میں ہوں اور بے شک اللہ کا ذکر بڑا ہے۔ (بہجہ صہ ۶۸-۶۹)

(۷) نبوّت اور ولایت

سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبوّت اور ولایت میں یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ نبوت اللہ کا کلام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح الامین کے ساتھ پہنچا اور ولایت حدیث ہے جو ولی کے دل میں بطریق الہام ڈالی جاتی ہے اور اُس کے ساتھ طمانیت ہوتی ہے جو بغیر توقف کے اطمینان و قبولیت کا موجب ہوتی ہے۔ پس جو شخص نبوّت کو رَدّ کرتا ہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے کلام اور وحی اور فرشتے کو رد کرتا ہے۔ اور جو حدیث کو رد کرتا ہے۔ وہ کافر نہیں بلکہ محروم رہتا ہے اور اس کا انکار اس پر وبال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اس علم الٰہی کا رّد ہے۔ جو اللہ تعالےٰ بمقتضائے محبت خود ولی کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ چونکہ اس کے ساتھ طمانیت ہوتی ہے۔ اس لئے ولی کا دل اسے قبول کر لیتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ (بہجہ صہ ۶۴)

(۸) قلب کے خطرات

جو چیز دِل میں گزرے اُسے خطرہ کہتے ہیں۔ سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ قلب کے خطرے چھ ہیں۔

۱۔ خطرۂ نفس۔

۲۔ خطرۂ شیطان۔

۳۔ خطرۂ فرشتہ۔

۴۔ خطرۂ روح۔

۵۔ خطرۂ عقل۔

۶۔ خطرۂ یقین۔

خطرۂ نفس شہوتوں کے حاصل کرنے اور جائز و ناجائز خواہش کی متابعت کا امر کرتا ہے۔

خطرۂ شیطان اصول میں کفر و شرک اور وعدہ الٰہی میں شک و تہمت کا امر کرتا ہے اور فروغ میں گناہوں اور توبہ کے ساتھ جھوٹے وعدوں اور اس فعل کا امر کرتا ہے۔ جس میں دنیا و آخرت میں نفس کی ہلاکت ہو۔ یہ دونوں قسم کے خطرے مذموم ہیں اور عامہ مومنین میں پائے جاتے ہیں۔

خطرۂ روح اور خطرۂ فرشتہ ہر دو وارد ہوتے ہیں حق اور طاعت الٰہی کے ساتھ اور اس امر کے ساتھ جس کا انجام دین و دنیا میں سلامتی ہو اور اس امر کے ساتھ جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ یہ دونوں خطرے محمود و پسندیدہ ہیں جو خاص مومنین میں مفقود نہیں ہوتے۔ خطرہ عقل کبھی تو اس فعل کا امر ہوتا ہے جس کا نفس و شیطان امر کرتے ہیں اور کبھی اس کا جس کا روح و فرشتہ امر کرتے ہیں۔ یہ حکمت الٰہی ہے تاکہ بندہ خیر و شر میں وجود

معقول اور صحت شہود و تمیز کے ساتھ داخل ہو۔ پس جزا و سزا اس پر عائد ہو گی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جسم انسان کو اپنے احکام جاری کرنے کا مکان اور اپنی مشیت کے نفاذ کا محل بنایا ہے۔ اسی طرح عقل کو خیر و شر کی حامل بنایا ہے جو ان دونوں (خیر و شر) کو لے کر خزانہ جسم میں جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ تکلیف کا مکان اور تصریف کی جگہ اور تعریف کا سبب ہے۔ پس عاقل کے لئے نعیم الٰہی یا عذاب الٰہی۔

خطرۂ یقین جو روح الایمان اور مزید علم ہے، خواص اولیائے موقنین صدیقین شہدا، ابدال سے مخصوص ہے۔ اور یہ خطرہ وارد نہیں ہوتا۔ مگر حق کے ساتھ اگرچہ اس کا ورود خفی اور اسکی آمد دقیق ہو اور اس میں علم لدنی اور اخبار غیوب اور اسرار امور کے سوا اور کسی امر کے ساتھ قدح نہیں ہو سکتی۔ پس یہ محبوبین موقنین مختارین کے لئے ہے جو اپنے ظواہر سے غائب ہیں اور فرائض و سنن موکدہ کے سوا ان کی ظاہری عبادت باطنی عبادت بن گئی ہے۔ پس وہ ہر وقت اپنے باطنوں کے مراقبے میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ظواہر کی تربیت فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ اور ہر روز ان کی معرفت اور علم اور نور اور قرب ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ دار فنا سے دار بقا کو جاتے ہیں تو ان کا انتقال یوں ہوتا ہے جس طرح کہ دلہن کو ایک جھونپڑی سے عالی شان محل میں لے جاتے ہیں۔ پس دنیا ان کے حق میں جنت ہے اور آخرت میں ان کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہے اور وہ دیدار الٰہی ہے بغیر حجاب و حاجب کے

اور بغیر وقت وانقطاع کے۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں وارد ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ اور جیسا کہ دوسری جگہ آیا ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ۔ اور نفس و روح فرشتے اور شیطان کے القا کے لئے دو مکان ہیں۔ سو فرشتہ قلب میں تقویٰ کا القا کرتا ہے اور شیطان نفس میں فجور کا القا کرتا ہے۔ پس وہ دل سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ جوارح کو فجور میں استعمال کرے۔ اور جسم کے دو مکانوں میں عقل اور ہوائے حاکم کی مشیت سے تصرّف کرتے ہیں۔ اور وہ حاکم توفیق یا غرور ہے۔ اور دل میں دو روشن نور ہیں یعنی علم و ایمان۔ پس یہ تمام دل کے آلات و حواس ہیں اور دل ان آلات کے دربان بادشاہ کی مثل ہے اور یہ اس کا لشکر ہیں جو اس کے پاس لائے جاتے ہیں یا دل ایک مجلّا شیشے کی مثل ہے اور یہ آلات اس کے گرد ظاہر ہوتے ہیں۔ پس وہ ان کو دیکھتا ہے اور ان میں قدح کرتا ہے۔ اور خواطر خطاب ہیں جو ضمائر پر وارد ہوتا ہے۔ جب یہ خطاب فرشتے کی طرف سے ہو تو وہ الہام ہے۔ اور جب شیطان کی طرف سے ہو تو وہ وسواس ہے۔ جب نفس کی طرف سے ہو تو ہاجس ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو خطرہ حق ہے۔ الہام کی علامت یہ ہے کہ کتاب و سنت کے موافق ہو۔ پس وہ الہام کہ ظاہر شریعت اس کا شاہد نہ ہو باطل ہے۔ اور ہاجس کی علامت نفس کی خاص صفات میں سے کسی وصف میں اصرار کا پایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص اور وصف کا مرتکب ہو جاتا ہے اور وسواس کی علامت یہ ہے کہ جب کسی لغزش کی طرف بلایا جائے۔ اور اس کی مخالفت کی جائے تو کسی دوسری لغزش کی دعوت دی جائے۔

کیونکہ اس کے نزدیک تمام مخالفات برابر ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔
اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ اور خطرہ حق کی علامت
یہ ہے کہ حیرت کا موجب نہ ہو اور بُرائی کی طرف نہ کھینچ لے جائے۔ بلکہ مزید
علم و بیان کے ساتھ وارد ہو اور بوقت وجدان اپنے وصف سے پہچانا جائے
جب دل پر ایک خطرۂ حق بعد دوسرے خطرہ حق کے وارد ہو۔ تو بقول حضرت
جنید بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پہلا اقوی ہوتا ہے، کیونکہ جب وہ باقی رہا تو
صاحب خطرہ تامل کے ساتھ رجوع کرتا ہے اور یہ مکان علم ہے اور بقول ابن
عطاء دوسرا اقوی ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے خطرہ کے ساتھ اس کی قوت زیادہ ہو جاتی
ہے اور بقول ابن خفیف دونوں برابر ہوتے ہیں کیونکہ دونوں حق کی طرف سے ہیں
اور ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں، مگر یہ کہ کسی وصف خاص کے سبب مرجح
پایا جائے۔ جب دل پر مختلف خطرات آئیں تو یہ پڑھنا چاہیئے۔

سبحان الملک الخلاق ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید
وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

اور اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص کی خوراک حرام ہو۔ وہ خطرات میں تمیز
نہیں کر سکتا۔ (بہجہ۔ صفہ ۶۷-۶۸)

(و) عمل و نیّت

سیّدنا حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ شیطان
نے اَنَا کہا تو ملعون ہو گیا اور منصور حلاج نے اَنَا کہا تو مقرب ہو گیا اس کی کیا وجہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ منصور انا سے فنا تھا تاکہ وہ بغیر خودی کے باقی رہے۔ اس لئے مجلس وصال میں پہنچایا گیا اور وہاں اُسے بقا کا خلعت پہنایا گیا، مگر شیطان کا مقصود انا سے بقا تھا۔ اس لئے اس کی ولایت فنا ہوگئی۔ اس کی نعمت چھین لی گئی۔ اس کا درجہ پست ہوگیا اور اس کی لعنت کا آوازہ بلند ہوگیا۔

(بہجہ۔ صہ ۱۲۲)

(۱۴) شعر غوث پاک رض

سیدنا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک شعر یہ ہے۔

شعر

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا ۔۔۔ اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

(پہلوں کے آفتاب غروب ہوگئے اور ہمارا آفتاب ۔۔۔ ہمیشہ بلندی کے افق پر ہے غروب نہ ہوگا)

اس شعر کی شرح باحسن الوجوہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مکتوبات (دفتر سوم۔ مکتوب ۱۲۳) میں درج ہے جسے ہم بطور مسک الختام یہاں نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا

راہ ہائے کہ بجناب قدس موصل اند دو اند۔ راہیست کہ تقرب نبوت تعلق دارد علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والسلام وموصل اصل الاصل است۔ واصلان ایں راہ باصالۃ انبیا اند علیہم الصلوات والتسلیمات وصحابہ ایشاں واز سائر امتاں تاکرا بایں دولت بنوازند اگرچہ قلیل بوند بلکہ اقل۔ ودریں راہ

توسط وحیلولہ نیست - ہر کہ ازیں واصلاں فیض میگیرد بے توسط احدی ازاصل اخذ می نماید و ہیچ یکے دیگرے راحائل نیست و راہیست کہ بقرب ولایت تعلق دارد - اقطاب و اوتاد و بُدلاد نجبا و عامہ اولیاء اللہ بہ ہمیں راہ واصل اند و راہ سلوک عبارت ازیں راہ ست، بلکہ جذبہ متعارف نیز داخل ہمیں است و توسط وحیلولت دریں راہ کائن است و پیشوائے واصلان ایں راہ و سرگروہ اینہا و منبع فیض این بزرگواراں حضرت علی مرتضےٰ است کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم - و ایں منصب عظیم الشان بالشان تعلق دارد - دریں مقام گویا ہر دو قدم مبارک آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام بر فرق مبارک اوست کرم اللہ تعالےٰ وجہہ وحضرت فاطمہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دریں مقام با ایشاں شریک اند انگارم کہ حضرات امیر قبل از نشاءِ عنصری نیز ملاذ و ملجاء ایں مقام بودہ اند چنانچہ بعد از نشاءِ عنصری - و ہر کرا فیض و ہدایت ازیں راہ می رسید بتوسط ایشاں میرسید - چہ ایشان نزد نقطہ منتہائے ایں راہ اند و مرکز ایں مقام با ایشاں تعلق دارد، و چوں دورہ حضرت امیر تمام شد ایں منصب عظیم القدر بحضرات حسنین ترتیباً مفوض و مسلم گشت - و بعد از ایشاں ہماں منصب بہر یکے از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت - و در

اعصار ایں بزرگواران وہم چنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کرا فیض و ہدایت میرسید بتوسط ایں بزرگواران بودہ و بحیلولت ایشاناں ہر چند اقطاب و نجبائے وقت بودہ باشندو ملاذ و ملجا ہمہ ایشاں بودہ اند چہ اطراف را غیر از لحوق بمرکز چارہ نیست، تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبد القادر جیلانی رسید قدس سرہ وچوں نوبت بہ ایں بزرگوار رسید منصب مذکور باد قدس سرہ مفوض گشت - در ما بین ائمہ مذکورین و حضرت شیخ ہیچ کس بریں مرکز مشہود نمے گردد - و وصول فیوض و برکات دریں راہ بہ ہر کہ باشد از اقطاب و نجبا بتوسط شریف او در مفہوم مے شود - چہ ایں مرکز غیر او را میسر نشدہ - ازینجا ست کہ فرمودہ -

شعر

۵ افلت شموس الاولین وشمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغرب

مراد از شمس آفتاب فیضان ہدایت وارشاد است و از افول آن عدم فیضان مذکور - وچوں بوجود حضرت شیخ معاملہ کہ با ولین تعلق داشت باد قرار گرفت - واو واسطہ وصول رشد و ہدایت گردید چنانچہ پیش از وے اولین بودہ اند و نیز تا معاملہ توسط فیضان برپاست بتوسل اوست

ناچار راست آمد کہ۔

افلت شموس الاوّلین وشمسنا الخ

سوال:۔ ایں حکم منتقض است بمجدد الف ثانی زیراکہ دربیان معنی مجدّد الف ثانی در مکتوبے از مکتوبات جلد ثانی اندراج یافتہ است کہ ہرچند از قسم فیض دراں مدّت بامّتاں برسد بتوسط او باشد ہرچند کہ اقطاب واوتاد باشند و بُدلا ونجباء وقت بودند

جواب:۔ گوئیم کہ مجدّد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ ست و بہ نیابت حضرت شیخ ایں معاملہ بادمربوط است چنانچہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور (چاند کا نور سُورج کے نُور سے حاصل ہے پس کوئی اشکال نہیں) انتہیٰ

ترجمہ فارسی

جو راستے ذاتِ خداوندی تک پہنچاتے ہیں۔ دو ہیں۔ ایک راستہ وہ ہے۔ جس کا تعلق قربِ نبوّت سے ہے (ان پر صلوٰت وسلام ہو) اور یہی راستہ خدا رسیدہ ہونے کا اصلی ہے اور اس راستہ سے پہنچنے والے انبیاء ہیں۔ اور ان کے صحابہ کرام ہیں اور تمام اُمتیوں میں سے جن کو یہ دولت عطا ہوئی ہے اگرچہ تھوڑے ہیں اور اس راہ میں اور کوئی وسیلہ یا ذریعہ

نہیں ہے ۔ جو کوئی ان واصلانِ حق سے فیض لیتا ہے بغیر کسی اور وسیلے کے اصل ہی سے حاصل کرتا ہے اور کوئی دوسرا اس راہ میں حائل نہیں ہے۔

اور ایک راہ وہ ہے جس کا تعلق ولایت سے ہے ۔ تمام قطب، اوتاد ابدال و بزرگان اور عام اولیائے کرام اسی ولایت کے راستہ سے واصل ہوتے ہیں ۔ اور راہِ سلوک کا مطلب بھی یہی راستہ ہے ، بلکہ جذبۂ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے اور حضرت علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہ الکریم اس راہ سے واصل ہونے والوں کے پیشوا ہیں اور جن بزرگوں نے اس راہ سے فیض پایا ہے ان کے سردار ہیں اور ان بزرگوں کا عالی مقام ان سے ہی تعلق رکھتا ہے اور اس مقام پر گویا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قدم آنحضرت سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک پر ہیں اور حضرت فاطمہ و حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس مقام پر ان کے ساتھ شامل ہیں ۔

میں خیال کرتا ہوں کہ حضرتِ امیر وصال سے پہلے اس مقام ولایت کے ملجا و ماوٰی تھے اور جس کسی کو اس راستہ سے فیض پہنچتا تھا ان ہی کے توسط سے پہنچتا تھا ۔ جب حضرات امیر کا زمانہ ختم ہو گیا تو یہ اونچے مرتبے کا منصب حضرات حسنین کو ترتیب وار حاصل ہوا ۔ اور ان کے بعد علی الترتیب بارہ اماموں کو پہنچتا رہا ۔ اور اسی طرح ان بزرگوں کے وصال کے بعد جس کسی کو فیض پہنچتا ہے ۔ ان ہی کے وسیلے سے پہنچتا ہے اور ان کے بعد جتنے بھی غوث، قطب یا اولیا ہوئے ہیں ان کا ملجا و ماوٰی بھی وہی ہوئے ہیں ، کیوں کہ

کیونکہ اطراف کو لامحالہ مرکز سے ہی ملنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اس مرتبہ تک پہنچ گئے اور یہ مرتبہ آپ کو مل گیا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی شخص اس مرتبہ پر نہیں ہے۔ اور اب اس راستے میں فیض اور برکت جتنے بھی قطبوں اور ولیوں کو پہنچتی ہیں۔ ان کے ذریعے پہنچتی ہے۔ کیونکہ فیض کا یہ مرکز اُن کے بغیر کسی کو نہیں ملا۔

اسی جگہ آپ نے فرمایا ہے۔

افلت شموس الاوّلین وشمسنا
ابدًا علی افق العلیٰ لا تغرب

(سُورج سے مراد آفتابِ فیضان و ہدایت و ارشاد ہے اور افول سے یہ مطلب ہے کہ فیض کی نفی ہے)

اور جب کہ حضرت شیخ کے ساتھ یہ معاملہ پکا ہو گیا ہے اور وہ ہدایت اور فیضان کے وسیلہ سے ہی ہو گا تو چار و ناچار یہی درست ہوا کہ پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے۔ اور ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی کے افق پر ہے۔ غرُوب نہ ہوگا۔

سوال :-

یہ حکم حضرت مجدّد الف ثانی رحؒ کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ آپ نے ایک مکتوب میں جو کہ مکتوبات جلد ثانی میں ہے درج کیا ہے کہ جو کچھ لوگوں کو فیض پہنچتا ہے، ان کے وسیلے سے پہنچتا ہے، خواہ کوئی قطب ہو، اوتاد ہو یا

غوث زمانہ ہو۔

جواب:۔

ہم کہتے ہیں کہ حضرت مجددؒ الف ثانی رحؒ اس مقام پر حضرت شیخ کے نائب ہیں اور اس معاملہ میں یہ نیابت ان سے مربوط ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

نور القمر مستفاد من نور الشمس۔ فلا محذور

چاند کا نور سُورج کے نُور سے حاصل ہے، پس کوئی اشکال نہیں۔ انتہیٰ

المصحح:۔ اختر شاہجہانپوری

مسائل حج اور مسنون دعاؤں کا
مستند مجموعہ
کتاب الحج
از
اعلیحضرت مجدد دین مولینا احمد رضا خان صاحب بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ
نوری بک ڈپو - لاہور

قصیدہ غوثیہ
عکسی مترجم
ناشر
نوری بک ڈپو لاہور
۱/- روپیہ
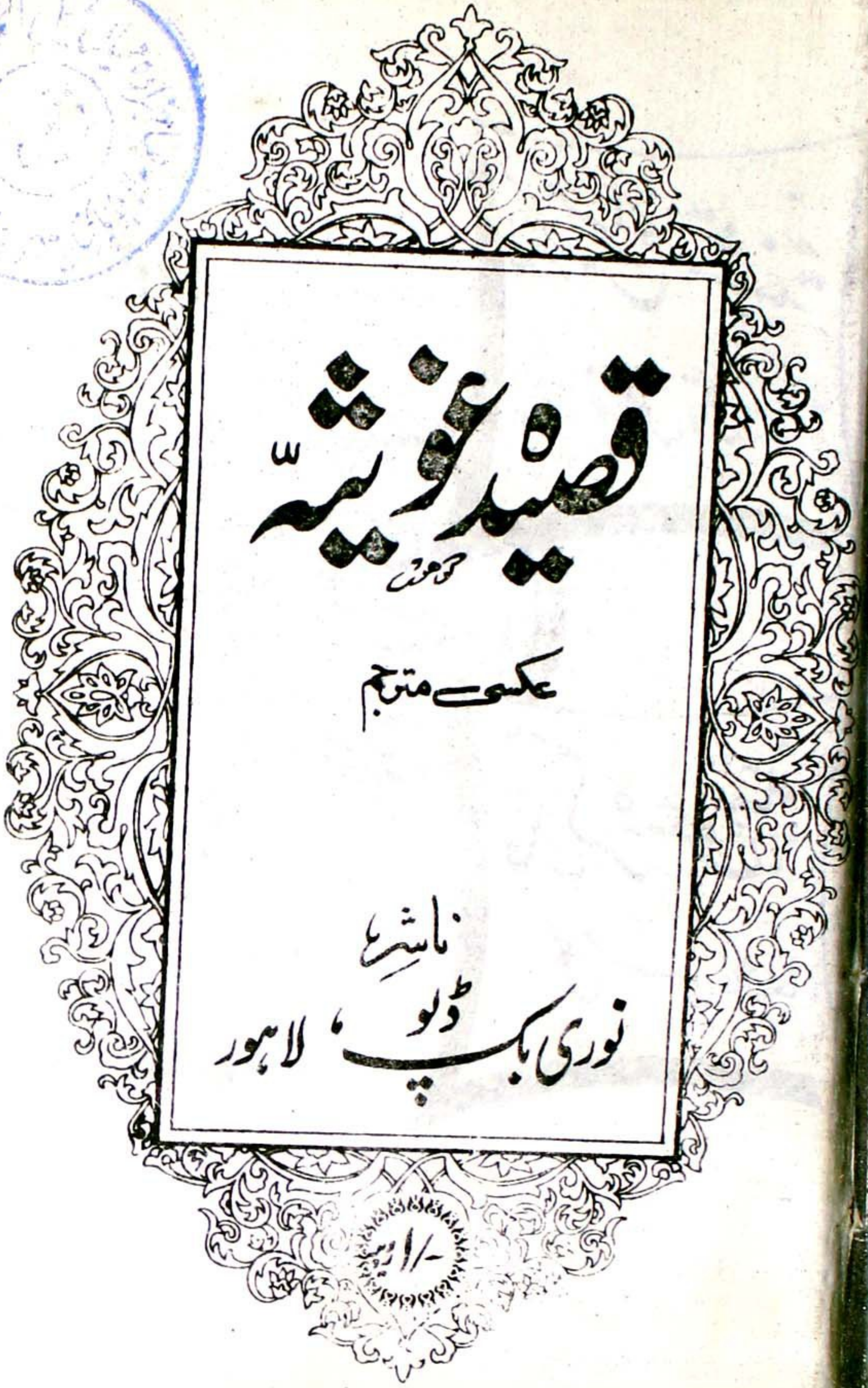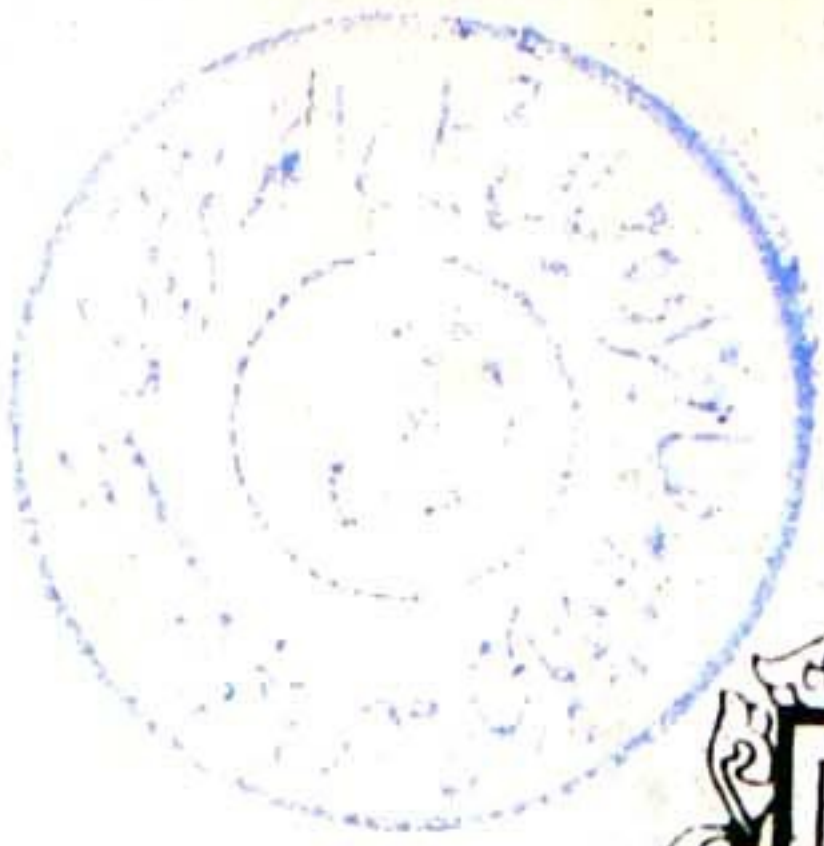
کشف المحجوب اردو
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
تذکرہ مشائخ نقشبندیہ
علامہ نور بخش توکلی ایم اے
نوری کتب خانہ
لاہور
تاریخ مدینہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی
تذکرہ غوثیہ
شاہ گل حسن قادری

تذکرہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
گوہر
ناشر:
ڈپو ۰ لاہور ۲